

پیش لفظ

اسلام میں شاعری کی مذمت بھی کی گئی ہے جب وہ دین شریعت کے خلاف ہو، قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف ”سورة الشعراء“ میں اشارہ کیا اور ساتھ ہی اچھی شاعری کی تعریف و توصیف بھی کی گئی، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ”إِنَّ مِنَ الشَّعْرِ لِحِكْمَةً“ فرما کر اشعار کی تعریف کی اور عمدہ اشعار سننے اور پسند فرمائے اور شعراء کو انعامات سے نوازا۔ اس لئے حضرت حسان، کعب بن مالک، کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم نے نعت و منقبت کے پیش بہا خزانے بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اور ہر زمانے میں شعراء نظم میں بارگاہ بے کس پناہ میں اپنے اپنے نذرانے پیش کرتے رہے، اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا محدث بریلوی جو عشق رسول و محبت نبی میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے، اور علوم دینیہ میں مہارت اور شرع مطہر پر عمل میں اُن کا ایک خاص مقام تھا، آپ نے نعت شریف لکھنے میں شریعت کے احکام کی پابندی اور شعر کی ادبی خوبیاں دونوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ آپ کے حاسد آپ کی ذات پر تنقید کے لئے مختلف بہانے تلاش کرتے رہے، ان میں مختلف علوم و فنون سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں جو شخصی یا مسلکی تعصب اور عناد کی بنا پر حق قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اگرچہ تعصب اور معاند کی تنقید قابل التفات نہیں ہوا کرتی پھر بھی علماء حق نے ایسوں کو جواب دے کر ان کے جواب اور جواب کے سامنے رسوا کرنے میں کبھی تاثر نہیں کیا۔ ان میں ایک نام ایسا ہے جس نے اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر جب بھی کسی معاند کی طرف سے اعتراض ہو اس نے تقریر یا تحریر یا دونوں طرح جواب ضرور دیا ہے، وہ نام کسی تعارف کا محتاج نہیں بلکہ ان کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا خود کو متعارف کروانے کے مترادف ہے وہ نام ہے ”علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی“ مدظلہ العالی کا جنہوں نے زیر نظر کتاب میں اپنے امام کے منظوم کلام پر ہونے والے اعتراض کا جواب ارشاد فرمایا ہے اور یہ کتاب پہلی بار شائع ہو رہی ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے تحت 158 نمبر پر شائع کر رہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مفید عام بنائے اور مؤلف و معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت)

ترجمان حقیقت

کلام اعلیٰ حضرت

رضا کی زباں

تمہارے لئے

از قلم

حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر کوکب نورانی مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، بیٹھادر، کراچی، فون: 2439799

کلامِ اعلیٰ حضرت ترجمانِ حقیقت (رضا کی زباں تمہارے لیے)

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (کراچی)

”اعلیٰ حضرت“ کا لقب جانے کتنی شخصیات کے لیے بولا اور لکھا گیا مگر اس لقب نے آبرو اور مقبولیت پائی تو تاج دار بریلی کی نسبت سے پائی۔ دنیا بھر کے اہل ایمان میں مشہور و معروف اور مقبول و محترم اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ عنہ کو عرب و عجم کے علماء و مشائخ نے چودھویں صدی میں مجتہد دین و ملت مانا۔ اپنے نام ”احمد رضا“ کے اعداد کی مناسبت سے اتنی ہی کتابیں تحریر کرنے والے اعلیٰ حضرت نے اپنی دنیوی حیات، حضور خاتم النبیین سیدنا ”احمد“ ﷺ کی ”رضا“ جوئی اور انہی کی غلامی میں بسر کی۔ وہ ”عبدالمصطفیٰ“ ہونا ہی اپنا اعزاز و افتخار جانتے تھے۔ اپنے عہد کے ”حضرات“ میں ”اعلیٰ“ ثابت ہونے والے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اسلامیانِ ہند کے دورِ غلامی میں 65 برس کا عرصہ زیست کچھ اس آب و تاب سے بسر کیا کہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں جا کر وہاں کے مروجہ نصاب کی تکمیل نہیں کی لیکن آج دنیا کی متعدد جامعات میں اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات اور تحریرات و تحقیقات سے اکتسابِ آگہی کرنے والے اسنادِ فضیلتِ علم حاصل کر رہے ہیں۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کو علوم و معارف کا سرچشمہ مان کر انہی سے فیض یاب ہونے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے 55 سے زائد علوم و فنون میں وہ سرمایہ یادگار بنایا کہ صدیوں میں کسی ایک شخص کے حوالے سے اس کی مثال کم ہی ہوگی۔ وہ اعلیٰ حضرت بریلوی جنہوں نے اپنی زندگی میں خطباتِ جمعہ کے علاوہ سو تقاریر بھی شاید ہی کی ہوں، گزشتہ اسی (80) برس میں ان پر لاکھوں تقاریر ہوئی ہیں اور مقررین نے اُن کے ذکر کے بغیر کم ہی گفتگو کی ہوگی۔ اُن کے نام اور کام سے اہل علم نے خود کو متبر بنایا ہے۔ دینی جامعات اور ادارے جتنے اُن کی نسبت سے قائم ہوئے، وہ بھی ایک مثال ہیں۔ اُن کے بارے میں لکھی جانے والی تحریریں بھی اس قدر ہیں کہ اُن کی فہرست بھی ضخیم کتاب ہو جائے۔ ان کے وابستگان کا ایک تسلسلِ معتد دگھرانوں میں نسل در نسل ہے اور یہ سب کیوں نہ ہو کہ وہ میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے سچے محبوب، اُن کے مداح اور انہی کی میرتِ مطہرہ کے آئینہ دار تھے۔ نبی کریم ﷺ ہی سے ان کا تمام تر انتساب رہا۔ اسی کا فیضان انہیں ستموں

کتابی سلسلہ ”نعت رنگ“ کے مدیر محترم نے ایک شمارہ، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام اور نعت شریف کی خدمت کے تذکار پر مخصوص کرنے کا عزم کیا، مجھے بہت خوشی ہوئی۔ نعت رنگ کے مدیر و مرتب جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے اس شمارے کے لیے مجھ سے بھی ایک مضمون چاہا۔ وہ اب تک نعت رنگ کے سترہ (17) شمارے پیش کر چکے ہیں اور نعت گوئی کے باب میں تنقید و تحقیق کے حوالے سے ان کا کتابی سلسلہ ”نعت رنگ“ خود ایک اہم حوالہ ہو گیا ہے۔ نعت رنگ کے مندرجات پر میرے لکھے ہوئے طویل خطوط نعت رنگ ہی میں نہیں، کتابی شکل میں بھی دو مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ اس مرتبہ انہوں نے مضمون کا تقاضا کیا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان مجتہد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کلام کی سماعت سے میری زندگی کے مہ و سال پُر ہیں۔ ان کے افکار اور تعلیمات و تحریرات سے اکتسابِ آگہی کا سلسلہ شاید ہی کبھی تھمے کیوں کہ کتاب و سنت کی صحیح ترجمانی ہی اُن کا امتیاز اور وصفِ جمیل ہے۔ اور یہ بھی کہ میرے پیارے رسول کریم ﷺ کے باب میں وہ بہت حساس ہیں، ان کی نسبتوں کے لیے وہ سراپا سپاس ہیں۔ انہوں نے ایک ہزار سے زائد کتب تحریر فرمانے کے علاوہ شاعری بھی کی۔ میرے سب سے زیادہ حائلِ بندہ کی ان پر یہ عطاء خاص ہی تھی کہ وہ تحقیق و تصنیف میں مگن رہے اور نثر کے ساتھ نظم میں بھی قرآن و سنت کی ترجمانی فرمائی۔ اردو نعتیہ شاعری میں انہیں جو مرتبت اور مقبولیت عطا ہوئی وہ یوں کسی اور کا حصہ نہیں۔ نعت گوئی کے حوالے سے بھی زبان و بیان اور اردو کے نعتیہ ادب کو اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ پر ناز ہے۔ نعت گوئی کے باب میں اُن کا سلسلہ ایسا بیٹھا ہے کہ وہ ملکِ سخن کی شاہی کرتے نظر آتے ہیں۔ ”کلام الامام امام الکلام“ کا مقولہ ایسی ہی ہستیوں کے کلام پر صادق آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی مرتبت اور دینی فضیلت کا کسے اعتراف نہیں! انہیں صرف محدث، فقیہ، مفتی اور مدرس و معلم لکھنا کم ہوگا کہ وہ جانے کتنے مفسرین و محدثین اور فقہاء و معلمین کے جلیل القدر استاد و امام نظر آتے ہیں۔ انہیں مبد، فیض نے جن خصوصیات سے نوازا، وہ قابلِ رشک ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسی عبرتی شخصیات سے بغض و حسد اور عناد رکھنے والے بھی خود اُن کے عہد میں اور اُن کے بعد بھی رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ تو اس حوالے سے کچھ زیادہ ہی تشدد دیکھا گیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی کا احوال دیکھیں تو ہر باطل نے اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنا بغض و عناد ظاہر کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مخالفین کی مساجد و مدارس، ان کے اساتذہ و طلباء، ان کی تحریر و تقریر، ان کی خلوت و جلوت، اور ہر تنظیم و تحریک کا گویا ”نصب العین“ ہی اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کی مخالفت و معاندت رہا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حق اور اہل حق کو سازشوں اور شرارتوں سے وقتی طور پر دبایا تو گیا لیکن مٹایا نہ جاسکا۔ مخالفین کی انتہا پسندی اور تہذیب دہنی سے بھی کام لیا، ان کی یلغار اور یورش یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت کو ”بریلوی“ اور ”رضا خانی“ کہہ کر ایک اختلافی اور نیا گروہ بتانے کے جتن کیے۔ بریلوی اور رضا خانی کے الفاظ سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (نعوذ باللہ) کوئی نیا مذہب اور فرقہ بنایا ہے۔ مخالفین کی ان سازشوں کے جواب میں اہل حق نے حقائق واضح کرنے میں اپنی ہمتیں لگا دیں۔ واضح رہے کہ خود مخالفین کی تحریروں میں یہ اعتراف موجود ہے کہ بریلی اور بدایوں کے علمائے کرام وہ طبقہ ہیں جو قرونِ اوٹی کے اہل ایمان کی روش پر سختی سے کاربند ہیں۔

امریکا میں دو غارتوں کے زمین بوس ہو جانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے (اقلیتی ظاہر کرنے میں جو صورت احوال درپیش ہے، اس سے اندازہ کیا جائے کہ خود مجرم اور ظالم ہی کس طرح حق اور اہل حق کے خلاف ذہن سازی کے جتن کرتا ہے۔ مجرم کو بے نقاب نہ کیا جائے تو ماحول اور معاشرے سے آلودگی دور نہیں ہوتی۔ فٹ بال کے کھیل کے ماہرین کہتے ہیں: مدافعا نہ کھیل میں کامیابی نہیں ہوتی، جیتنا ہو تو جارحانہ کھیل کھیلو۔

اعلیٰ حضرت اور صحیح العقیدہ اہل سنت کے مخالفین نے ”جارحیت“ کی یہ پالیسی ایمان و عقائد کے باب میں اپنی اور حق اور حقیقت کو پس پشت ڈالنے بلکہ فراموش کر دینے میں اپنی ”بقا“ ٹھہرائی۔ کیا ستم ہے کہ خود کو مسلمان کہلانے والے جانے کتنوں کا ”روزینہ“ بھی ٹھہرا ہے کہ وہ ”خیرین“ کو روشنی دکھانے کی بجائے مسلمانوں ہی کو اندھیروں سے صرف وابستہ کرنا ہی نہیں بلکہ ماحول میں کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کو وہ ”کار خیر و ثواب“ گردانتے ہیں۔ کاش کہ وہ جاننے کہ ”وہابی“ کا سرچشمہ جو اب الہی ہے، انہیں اپنے قول و فعل کا ایک دن جواب دہ ہونا ہے، دنیا میں حق سے روگردانی انہیں اس دنیا ہی منفعیت کا حق دار نہیں بنائے گی۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی یہ مذموم سازشیں دین و ایمان کے باب میں خود ان کے اپنے سنگین مجرموں کو لوگوں سے اوجھل کرنے اور رکھنے کے لیے تھیں، انہوں نے اہل حق کو ”مشرک و بدعتی“ قرار دینے اور ان پر شدید بہتان لگانے سے بھی اجتناب نہیں کیا، ان کا اصل مقصد یہی تھا کہ اہل حق کو لوگوں میں اتنا متنازع بنادیا جائے کہ لوگ اہل حق کی حق گوئی پر اعتبار نہ کریں۔ ان مخالفین کو اس مذموم کھیل کے لیے خاصا وقت مل گیا۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کی علمی کاوشوں

اور تحریری سرمائے کی اشاعت جس اہتمام سے فوری طور پر ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہو سکی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فرزندان اور خلفاء نے بہت کارہائے نمایاں انجام دیئے، کروڑوں افراد ان سے وابستہ ہوئے لیکن انہیں ”ترجیحات“ پر فوری توجہ دینے کی مہلت خود عقیدت مندوں ہی کی یلغار نے نہ دی۔ طباعت و اشاعت ہی کیا، قلمی مخطوطات کی حفاظت اور ترتیب و تدوین بھی صحیح طرح نہ ہو سکی۔ علاوہ ازیں اس دور میں سرزمین ہند میں جاری تحریکوں کی وجہ سے ماحول ایسا کشیدہ اور سیاست اتنی پے پیچیدہ رہی کہ لوگ خاصے برس اسی کشاکش میں مشغول رہے۔ پھر قیام پاکستان کا مرحلہ آیا اور بھارت سے بیش تر مسلمان نقل مکانی (ہجرت) کر کے پاکستان آئے تو اپنا تمام مال و اسباب ساتھ نہ لاسکے۔ پاکستان پہنچ جانے والوں کو کتنا عرصہ یہاں دشواریوں اور شدید مسائل کا سامنا کرنے میں گزرا، ایسے میں جب کہ جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ آسان نہ تھا، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جانے کتنے مسودات اور کتابیں حالات کی سنگینی کے بھیٹ چڑھی ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی اکثریت نے اس وقت کا بھرپور استعمال کیا۔ ایک طرف ان لوگوں کی اکثریت نے تحریک پاکستان کی مخالفت میں نمایاں کردار ادا کر کے ”فرنگیوں“ کی ”لٹل“ میں اپنا اندراج کروایا اور مالی و دنیوی منفعت کو ترجیح دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہندوؤں سے بھارتی دورانیہ رکھا اور ان کی خوب حمایت کی۔ انہیں مساجد میں لا کر منبر رسول پر بٹھانے سے بھی انہیں جھجکا اور ان میں کچھ وہ بھی تھے جو یہ تک کہہ گئے کہ نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو ”گاندھی“ نبی ہوتا۔ (معبود اللہ) ان کے حکامۃ السورین اور ”تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء“ کتابوں میں تفصیلی حقائق درج ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد انہی لوگوں نے یہاں سیاست اور مذہب پر اپنی اجارہ داری رکھنا چاہی، وسائل کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنے مفادات کی تکمیل کو ہر طرح انہوں نے ترجیح دی اور خود کو ”پریشر گروپس“ میں نمایاں رکھا۔ دوزخ طرز عمل انہیں مرغوب ہے۔ ہر عہد حکومت میں اپنے کچھ افراد کو یہ لوگ حزب اقتدار کے ساتھ وابستہ رکھتے ہیں اور باقی حزب اختلاف میں رہتے ہیں۔ ان کے اس طرز عمل سے ان کا مطلوب و مقصود واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ عقائد و ایمان کے باب میں بھی ان لوگوں کے ہاں یہی دوزخ نظر آتی ہے۔ جو قول و فعل ان کے بڑے اور یہ خود کہیں اور کریں، وہ تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر و افضل شمار ہوا اور وہی کوئی اور کہے اور کرے تو اسے ”مشرک و بدعتی“ کہنا بھی انہی کا وتیرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مخالفین نے معاشرے میں دھند گہری کرنے اور رکھنے کا عمل اس وقت میں بڑی شد و مد سے جاری رکھا، ان کی طرف سے جارحیت کے اس تسلسل میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف اور انہیں نقصان پہنچانے والے اثرات ہی ظاہر ہوئے۔ مسلم معاشرے کو آپس میں الجھانا اور لڑوانا ہی دشمنان اسلام کی سازش تھا اور یہ لوگ انہی کے آلہ کار بنے۔

اہل حق نے شروع میں تو مخالفین کے لگائے ہوئے الزامات کے جواب پر توجہ رکھی۔ گزشتہ ربع صدی میں ”اہل ایمان“ نے دنیا کو اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات سے روشناس کرانے کی مدبرانہ پالیسی اپنا کر سمتوں میں حقائق کا اتنا اجالا کر دیا کہ مخالفین کی ساری چالیں اور سازشیں خود ان کے اپنے لیے رسوائی اور پریشانی کا باعث ہو گئیں۔ ظاہری بات ہے کہ حق اور حقیقت کو فراموش کر دینے سے کبھی فوز و فلاح نہیں ملتی۔

اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی علیہ الرحمہ کی اپنی تصانیف سے ان کے مخالفین فی الواقع کوئی بات کتاب و سنت سے متصادم یا متضاد تو ثابت نہ کر سکے، البتہ اب کچھ لوگوں نے اپنے علم و فہم میں عدم توازن اور نقص کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے منظوم کلام میں سے چند اشعار کو ہدف اعتراض بنانے کی جسارت ضرور کی۔ میں نے مناسب یہی خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کہے ہوئے وہ نعتیہ اشعار جنہیں معترضہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے انہیں حقائق سے ہم آئینہ کرتے ہوئے اعتراضات کا جواب پیش کروں۔ اس طرح ان تمام نعت گو بیان کی طمانیت کا بھی سامان ہوگا جو نعت شریف کہتے ہوئے یہی چاہتے ہیں کہ ان سے کوئی بات خلاف واقعہ اور غلط سرزد نہ ہو۔

قارئین پر واضح رہے کہ اس فقیر کی یہ تحریر اپنے محسوم و مقدس اور سب سے اوٹی و اعلیٰ نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس اور عظمت و مرتبت سے دفاع کے لیے ہے۔ مقررین نے اعتراض بظاہر کلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کچھ اشعار پر کیے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اعتراض تو میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے کیے گئے ہیں کیوں کہ مقررین نے میرے رسول کریم ﷺ کی وہ شانِ عظمت و مرتبت جسے نبی بواللہ کریم جل شانہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور اس کا بیان ہر دور میں ائمہ اہل بیت کے حصولِ برکت و سعادت اور اظہارِ احقاقِ حق کے لیے کیا۔

مجھے بہت کرب کا سامنا ہوتا ہے جب خود کو عالم و فاضل اور معلم و مبلغ لکھنے اور کہلانے والے کے لکھتے ہیں کہ: ”بڑے بڑے عالموں فاضلوں کو بھی تو حید خالص کا شعور نہیں اور ان کی تحریریں بعدِ معبود کے فرقی مراتب کے صحیح اسلامی تہذیب و تعبیر سے خالی ہیں۔“ اور ایسا کہنے لکھنے والے اپنے اس ”دعوے“ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام سے بھی وہ اشعار پیش کر دیتے ہیں جو بے غبار ہیں۔ دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ ایسے لوگ خود کو ”علامہ اور پروفیسر وغیرہ“ کہلا کر بھی عدل و انصاف نہیں کرتے۔ دوسری یہ کہ انہیں شخصی یا مسلکی تعصب اور عناد کی وجہ سے حقائق قبول نہیں۔

واضح رہے کہ بحمدہ تعالیٰ مجھے کسی فی الواقع غلطی کو نہ ماننے کی غلطی سے کوئی شغف نہیں اور نہ ہی کسی صحیح بات کو غلط کہنے کی ڈھٹائی اور ضد کا کوئی شوق ہے۔ بہت قلق ہوتا ہے کہ لوگ اس دھند اور غبار کو دور نہیں کرتے جو

خود ان کی اپنی فہم و بصیرت کو آلودہ کیے ہوئے ہے۔ وہ لوگ جو خود پر روشنی کو راہ نہیں دیتے یا دیکھیں کہ ان کا خود کو تاریکی میں رکھنا انہیں علم و عرفان اور حق سے دور کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اہل ایمان کی خوبی یہی بتائی ہے کہ وہ اندھیرے سے اجالے کی طرف لاتے ہیں۔ تاریکیوں کی طرف لے جانا ہرگز اہل ایمان کا کام نہیں۔

مخالفین کے ”اکابر علماء“ جنہیں یہ افراد ان میں بغیر ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی ”مطاع الکمل، حکیم، امانت، غوث اعظم، مربی، خلاق، شیخ الکمل، قبلہ حاجات، سرچشمہ احسان، قبلہ و کعبہ دینی و ایمانی، قاسم العلوم والخیرات، رحمۃ للعالمین، نور مجسم، مشکل کشا، حاجت روا، سرچشمہ اعظم، دست گیر دست گیران، کامل الصفات، غوث العباد، میزبان خلق، مدار رشد و ہدایت، شاہ دین و دنیا، آبروئے بزم امکاں، علی وقت، گنج فضل، رہبر اعظم، حسین ثانی، مرشد آفاق، ہادی عالم“ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے خود اپنے ہی عقیدے اور فتوے بھی بھول جاتے ہیں، ان کے ان بڑوں نے تو اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی علیہ الرحمہ پر وہ اعتراض نہیں کیے جو یہ لوگ کر رہے ہیں لہذا یہی کہا جاسکتا ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ لوگ ضرور بغض و عناد رکھتے ہیں یا اپنے علم و فہم میں نقص رکھتے ہیں اور اپنے اکابر کی بھی تنقیص و تحقیر کرتے ہیں۔ اس کا اپنے انہی ”اکابر“ کا تحفظ انہیں دین اور حقائق سے زیادہ مطلوب اور عزیز ہے۔ یہ تو کہا نہیں جاسکتا کہ مخالفین کے ان بڑوں تک اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں اور ان کے بارے میں جو غرضات بیان کیے وہ بھی تاریخ کا حصہ ہیں، ان میں سے کچھ اقتباس اس فقیر نے اپنی کتاب ”سیدہ“ میں نقل کیے ہیں۔ مقررین و مخالفین اپنا اور اپنے بڑوں کا فرق اور طرز و طریق ان کی اپنی تحریروں کے آئینے میں خود ہی ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام میں معترضہ بتائے جانے والے اشعار کو حقائق سے ہم آئینہ کرنے سے پہلے یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اپنا بیان نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں:۔

”ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بے جا سے ہے المینہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ“

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے واضح فرمادیا کہ انہوں نے قرآن کریم سے نعت گوئی سیکھی ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایسا بیان وہی کر سکتا ہے اور اسی ہستی سے صحیح مانا جاسکتا ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام و ایمان کے لیے کھول دیا ہو اور اسے قرآن کریم کی صحیح فہم کی سعادت حاصل ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی علیہ الرحمہ کو ان کے عہد میں اور ان کے بعد بھی عرب و عجم کے علمائے حق نے مجید و اعظم اور امام اہل سنت مانا ہے۔ ان کا یہ بیان احوال واقعی ہی کی ترجمانی ہے۔ ”کنز الایمان“ کے نام سے ان کا کیا ہوا ترجمہ قرآن الاکھوں کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔ اس ترجمے کے بارے میں یہ روایت بھی کتابوں میں درج ہے کہ آیت پڑھی جاتی اور وہ اردو ترجمہ لکھوادیتے۔ اسے کیا کہتے کہ اس ترجمے کو پڑھ کر معتبر تقاسیر قرآن سے مکمل تائید ہی ملی اور اندازہ ہو کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ترجمہ تو زبانی لکھوایا مگر ہر آیت قرآنی کے ترجمے ہی میں بیان کا مفہوم بھی واضح کر دیا اور یہ قابلیت قرآن کریم میں بہت فکر و تدبر کے بغیر ممکن نہیں۔ آیت قرآنی پڑھ کر تمام تقاسیر کو دیکھنا پھر صحیح مفہوم کو اخذ کرنا اور اس پر مطمئن ہو کر لکھنا بھی کارنامہ شمار ہوگا مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے حضرات میں واقعی ”اعلیٰ حضرت“ ثابت ہو رہے ہیں کہ فوری طور پر جو ترجمہ لکھوار ہے ہیں نہ صرف اس پر وہ مطمئن ہیں بلکہ وہ ترجمہ اپنے محاسن میں نہایت عمدہ ہے۔ یہ ان کی خداداد ذہانت اور خداداد قوت حافظہ ہی تھی کہ انہیں ایک بار مطالعے کے بعد عبارت لفظ بہ لفظ یاد رہتی اور وہ اسے اپنے عمدہ حافظے ہی سے نقل کر دیتے۔ یہ خوبی بھی کیا کم ہے کہ ایک ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا۔

اب یہ بھی دیکھا جائے کہ جس شخص کو بفضلہ تعالیٰ اتنا استحضار ہو کہ وہ قرآن کریم کی آیت صرف سن کر فی الفور صحیح ترجمہ و مفہوم لکھوار ہا ہے تو اس کی نعت گوئی میں احکام شریعت کا ملحوظ نہ ہونا کیسے گمان کیا جائے؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ یقیناً ”معصوم“ نہیں تھے لیکن یہ فضل الہی اور فیضان مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہی ہے کہ ”بے جا“ سے ان کا کلام محفوظ ہو، وہ خود بھی اس کو لکھ کر کرم جل شانہ کا احسان بتا رہے ہیں۔

اس کے باوجود کہا جائے کہ انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے، خطا و نسیان کی محاسن ہے تو مجھے اس سے انکار نہیں مگر فی الواقع خطا کو خطا شمار کیا جائے جو خطا نہیں اسے خطا گردانے کا جتن نہ کیا جائے۔ نعت گوئی کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ہی کا یہ ارشاد بھی لکھا گیا ہے کہ ”اور حقیقت نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلواریں و سار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے، بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاح نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“ (ص ۴۶، الملتوظ، حصہ دوم، مطبوعہ بریلی)

اعلیٰ حضرت مجید دبریلوی علیہ الرحمہ کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو:۔

”توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے افغان دل زار حدی خواں بس ہے

رہ بر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو نقش قدم حضرت حسان بس ہے“
قرآن کریم سے نعت گوئی سیکھنے اور نعت گوئی میں دونوں جانب سخت حد بندی کی بات کرنے والی اپنے عہد کی سب سے بڑی علمی شخصیت کی نعتیہ شاعری اردو میں اپنی مثال آپ ہے۔ علمی تبحر اور عربی فارسی اردو ہندی پر یکساں مثالی مہارت کی بدولت انہیں لفظ و قافیے سوچنے نہیں پڑتے بلکہ ان کا تخیل جس سطح پر پرواز کرتا ہے اسے لفظوں میں کسی طور بیان کر دینا ان کا کمال ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کا استحضار ان کی نعت گوئی کو ان تمام شاعروں میں ممتاز کرتا ہے جو کسی طور شعر کہنا تو جانتے ہیں لیکن دینی علمی استعداد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مقابل کوئی درجہ نہیں رکھتے۔

جی تو چاہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کلام بلاغت نظام کے مجموعے سے کچھ اشعار اپنے بیان کی تائید میں نقل کروں لیکن ہر شعر کے محاسن کا بیان طویل ہو جائے گا اور میں اس مضمون کا موضوع منتخب کر چکا ہوں۔

اعلیٰ حضرت مجید بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ خاصہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیش تر کتب کے نام ”تاریخی“، ”تجزیہ کیا کرتے تھے۔ ان ناموں کے حروف کے اعداد و شمار کیے جائیں تو کتاب کا سن تالیف و اشاعت از خود معلوم ہو جاتا ہے۔ ان کے مجموعہ کلام کا تاریخی نام ”حدائق بخشش“ ہے۔ یعنی یہ مجموعہ 1325ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔

اس مجموعہ کلام ”حدائق بخشش“ کے دو ہی حصے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دو سال کے کچھ برس بعد ان کے ایک معتقد و محب مولانا محبوب علی خاں نے اپنی دانست اور کوشش سے غیر مطبوعہ کلام جمع کیا جو اعلیٰ حضرت کا بتایا گیا۔ اس مجموعے کا نام ”باقیات رضا“ رکھنے کی بجائے انہوں نے اس کا نام بھی ”حدائق بخشش“ ہی رکھ دیا اور اسے از خود اس کا ”حصہ سوم“ قرار دے دیا۔ یہ ان کی خود اپنی ہی کارگزاری تھی۔ غیر مطبوعہ کلام کے اس مجموعے کی اشاعت کو لگ بھگ تین دہائیاں گزرنے کے بعد اس میں درج ایک قصیدے میں سے تین اشعار کا بیان اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کیا گیا اور ان اشعار کو حضرت اُم المؤمنین کی شان اقدس کی گستاخی و اہانت قرار دیا گیا۔ مقررین کی طرف سے کچھ برس پہلے جنوبی افریقہ سے شائع ہونے والے کتابچے ”جوہانس برگ سے بریلی“ میں یہی اعتراض درج تھا اور اس کتابچے میں مولانا محبوب علی خاں کی شائع کردہ حدائق بخشش حصہ سوم کے اس صفحے کا عکس بھی شامل تھا جس صفحے پر قصیدے کے وہ مقرر ضہ بتائے گئے اشعار ہیں۔ ”جوہانس برگ سے بریلی“ کتابچوں کے تین حصے مطبوعہ مجھے وہاں کے احباب نے دیئے تھے۔ ”وائٹ اینڈ بلیک“ کے نام سے انگریزی میں اور ”سفید و سیاہ“ کے نام سے اردو میں یہ فقیر ان کتابچوں کے مندرجات کا جواب پندرہ برس پہلے تحریر

کر چکا ہے۔ ”حدایق بخشش“ حصہ سوم پر کیے جانے والے اس اعتراض کا جواب اپنی اسی کتاب ”سفید و سیاہ“ سے ملخصاً یہاں نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

”امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف، 55 سے زائد مختلف علوم و فنون پر کامل دست گاہ رکھنے والے، نابغہ عصر شخصیت ہونے کے ساتھ، باکمال شاعر بھی تھے۔ انہوں نے جملہ علوم و فنون سے دین کی خدمت کی۔ ان کی شاعری اپنوں بے گانوں میں بہت مقبول ہے۔ ان کے شعری مجموعے کا نام ”حدایق بخشش“ ہے جس کے دو مستند حصے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے ایک عقیدت مند مولانا محمد محبوب علی خان صاحب نے احباب کے تعاون سے اعلیٰ حضرت کا غیر مطبوعہ کلام جمع کیا۔ مختلف شہروں اور بعید و قریب مقامات میں جس کسی کے پاس کوئی غیر مطبوعہ تحریر تھی، وہ حاصل کرنے کی سعی کی گئی، تاہم اس غیر مطبوعہ کلام کے بارے میں پورے یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ فی الواقع یہ تمام، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی کا کلام ہے۔ اعلیٰ حضرت کا مستند کلام وہی ہے جو، ان کی موجودگی میں دو حصوں میں شائع ہوا۔ تیسرے حصے (باقیات رضا) میں شامل کلام کی تمام ذمہ داری مولانا محبوب علی خان صاحب کی تھی مگر افسوس کہ وہ خود تحقیق و تصدیق نہ کرنے کے ساتھ ساتھ، خود پروف ریڈنگ (مسودہ بینی) بھی نہ کر سکے، مزید برآں یہ کہ تقسیم سے قبل ہندوستان میں چھاپے خانے (پرنٹنگ پریس) مسلمانوں کی ملکیت میں نہ ہونے کے برابر تھے، جیسا کہ اب بھی غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا احوال ہے۔ غیر مسلم چھاپے خانے والے نے بھی کچھ خیال نہیں کیا اور غلط ترتیب سے کچھ اشعار شائع ہو گئے، احباب کا کہنا تھا کہ یہ اشعار چند اشعار کی شرارت ہے۔ چنانچہ مولانا محبوب علی خان نے بغیر کسی تاخیر کے، احوال و اوقاف کی روشنی میں دوبارہ نامہ شائع کر کے پورے ملک میں مشتہر کیا، پوسٹرز، پمفلٹس، اخبارات اور فتاویٰ کی صورت میں مولانا محبوب علی خان کی طرف سے تفصیل اور توبہ نامہ شائع ہوتے ہی یہ اعتراض ختم ہو گیا۔

مولانا محبوب علی خان جنہوں نے کلام اعلیٰ حضرت کا تیسرا حصہ مرتب کیا تھا، وہ خود فرماتے ہیں کہ ”کاتب اور نا بہہ اسٹیم پریس کے مالک دونوں بد مذہب تھے۔ انہوں نے کاتب اور پریس والے کو بتا دیا تھا کہ یہ قصیدہ پورا دست یاب نہیں ہوا اور یہ اشعار مسلسل نہیں ہیں یعنی یہ ترتیب وار نہیں ہیں۔ (اشعار کا مضمون الگ الگ ہے)۔ لہذا یہ اشعار اکٹھے شائع نہیں کئے جائیں گے اور لفظ ”علیحدہ“ جلی قلم سے ان اشعار سے پہلے لکھا جائے گا اور یہ اشعار، قصیدہ میں جس ترتیب کے ساتھ لگائے جائیں گے، وہ بھی بتا دی، مگر کاتب اور پریس والے نے قصداً سب اس تاکید کا خیال نہیں رکھا۔ کتابت کی طباعت کے بعد بار بار فقیر (محبوب علی خان) اپنی توبہ شائع کر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں اور سنی مسلمان بھائی

بھی اللہ و رسول کے لیے مجھے معاف فرمائیں۔“

قارئین کرام! توجہ فرمائیے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد ان کے غیر مطبوعہ وغیرہ مصدقہ کلام کی کتابت میں ایک غلطی واقع ہوئی۔ غلطی کرنے والے کی طرف سے پوسٹرز، پمفلٹس، اخبارات و فتوؤں کی صورت میں توبہ نامہ شائع کیے جاتے ہیں، کیوں کہ غلطی کا اسے شدید احساس ہے، وہ اپنی انا کا مسئلہ کھڑا نہیں کرتا، تاویلوں یا وضاحتوں کے ذریعے غلط بات کو درست ثابت نہیں کرتا، بلکہ غلطی کا اعتراف کر کے توبہ نامہ شائع کرتا ہے۔ اس کے توبہ نامے کی اشاعت کے بعد اپنوں بے گانوں کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے، مگر دوسری طرف جنوبی افریقہ میں متیم مخالفین کا حال بھی دیکھئے۔ ”جوہانس برگ سے بریلی“ ص 7 پارٹ 2 پر ”حدایق بخشش“ حصہ سوم کے ص 37 کا عکس موجود ہے۔ جسے ان مخالفین نے شاید فخریہ طور پر شائع کیا ہے، مگر یہ لوگ بصارت سے بھی کام نہیں لے سکے۔ اس مطبوعہ عکس میں لفظ ”علیحدہ“ جلی قلم سے موجود ہے اور جن دو شعروں پر ”جوہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف کو اعتراض ہے، ان کے بعد بھی، ان دو شعروں کو باقی اشعار سے الگ کرنے کے لیے ”خط“ کھینچا ہوا ہے۔

اسے قدرت کا کرشمہ کہئے کہ ”جوہانس برگ سے بریلی“، پارٹ 2 ص 7 پر ”حدایق بخشش“ حصہ سوم کے ص 37 کا عکس چھاپ کر جنوبی افریقہ کے ان لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی جگہ ہنسائی کا ایسا نام کر لیا اور ان کے ذریعے مولانا محبوب علی خان کے بیان کی تصدیق بھی ہو گئی۔

33، 34 سال کے بعد جنوبی افریقہ میں ان اشعار کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر، یہ مخالفین شائع ہوئے کہ پھر اسے اصرار کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں 1955ء میں، اس معاملے میں جو کچھ ہوا، اس کی تفصیل جنوبی افریقہ والوں کو کہاں معلوم ہوگی اور کون تحقیق کرتا پھرے گا؟ لہذا یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے خلاف دائرے عام قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہ لوگ اگر عدل و انصاف کے اصول و قواعد کو مانتے ہیں تو یہ بتائیں کہ حقائق جاننے کے بعد کیا اعتراض کی گنجائش باقی رہتی ہے؟ اگر نہیں تو، ان کو امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی پر اعتراض کی بجائے خود اپنی شدید غلطی کا اعتراف کرنا چاہئے اور کسی مسلمان پر تہمت و بہتان لگانے کا عذاب مولیٰ نہیں لینا چاہئے۔“ (ص 117 تا 121، سفید و سیاہ، مطبوعہ منیا، اتر آں پہلی کیشنز، لاہور 1989ء)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب بھی اپنی اسی کتاب ”سفید و سیاہ“ سے ملخصاً نقل کر رہا ہوں، ملاحظہ ہو:

”جوہانس برگ سے بریلی“، پارٹ 2 ص 10 میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر ایک اور اعتراض ان کے مخالفین کی جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظوم

کلام میں حضرت محبوب سبحانی، شیخ سید عبدالقادر جیلانی سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب، شاعری کی کئی اصناف میں کہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کے حروف کی، حروفِ تنجی کے اعتبار سے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی رباعیاں کہی ہیں۔ ایک رباعی میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام ”عبدالقادر“ کے حروف کے لطائف کا بیان حسنِ عقیدت و محبت سے کیا ہے۔ (حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام، عبدالقادر کا چوتھا اور ساتواں حرف ”الف“ ہے اور آخری حرف ”ر“ ہے اور اسی حرف کو، اس نام میں انجام سے تعبیر کیا ہے) اس رباعی کے صرف دو مصرعوں کا عکس، ”جو ہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف نے شائع کیا ہے۔ اگر وہ دیانت دار ہوتا تو پوری رباعی کا عکس شائع کرتا، لیکن اسے معلوم تھا کہ پوری رباعی کا عکس، شائع کرنے کی صورت میں، اہل علم جان لیں گے کہ ”جو ہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف کا اعتراض محض اس کی اپنی جہالت اور اعلیٰ حضرت سے بے بنیاد دشمنی ہی ہے۔ یہاں قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء کا یہ بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے مظلوم کلام کی سطر سطر، عشقِ رسول ﷺ سے نبریز ہے۔ دیوبند کے کسی بڑے عالم کو اعلیٰ حضرت بریلوی کے کلام میں کوئی نقص نہیں ملا، انہوں نے ہرگز کوئی اعتراض نہیں کیا ”جو ہانس برگ سے بریلی“ کتنا بچے کا مصنف، شاید تمام علمائے دیوبند سے زیادہ بڑا عالم ہے اور شاید، اپنے اسی ”زیادہ“ علم و فہم کی وجہ سے اپنے بڑوں کی رسوائی کا سامان کر رہا ہے۔

قارئین کرام: اعلیٰ حضرت بریلوی کی وہ مکمل (فارسی) رباعی ملاحظہ فرمائیں جس کے صرف دو مصرعے نقل کر کے ”جو ہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی پر شہرہ بھانجانا چاہا ہے۔

بروحدت او رابع عبدالقادر یک شاہد و دو صاحب عبدالقادر
انجام وے آغاز رسالت باشد ایک گو ہم تابع عبدالقادر
اس رباعی کا ترجمہ یہ ہے کہ، اللہ تعالیٰ کی وحدت پر (حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نام) عبدالقادر کا چوتھا حرف ”الف“ شاہد ہے اور اس نام عبدالقادر کا ساتواں حرف ”الف“ دوسرا شاہد ہے۔ عبدالقادر نام کا انجام (آخر) ”ر“ کے حرف پر ہوتا ہے جو لفظ ”رسالت“ کا پہلا حرف ہے، تو یہ کہو کہ اس نام عبدالقادر کی خوبی یہ ہے کہ یہ رنگات، مبارک نام ”عبدالقادر“ کے تابع ہیں، اس مبارک اور پیارے نام سے مستفاد ہیں۔

یوں بھی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اس رباعی کے آخری دو مصرعوں میں یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، اللہ کے ولیوں کے سردار ہیں، جہاں سیدنا غوث پاک

رضی اللہ عنہ کے مقامِ ولایت کی انتہا ہے وہاں سے اللہ سبحانہ کے نبیوں (علیہم السلام) کے مقامِ رسالت کی ابتداء ہوتی ہے۔

”جو ہانس برگ سے بریلی“ کے بددیانت مصنف نے اپنی جہالت و سفالت کی بنیاد پر اس رباعی کے آخری دو مصرعوں کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ ”شیخ عبدالقادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول بھی شیخ عبدالقادر کا تابع ہوگا۔“ اس اعتراض کے جواب میں (عربی کا) مشہور مقلد ہراؤں گا کہ ”جسے فقہ نہیں آتی وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا۔“ یہ مخالفین کی بدقسمتی اور شامتِ اعمال ہے کہ وہ اہل سنت کے امام، اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام سمجھنے کی لیاقت و صلاحیت ہی نہیں رکھتے اور اپنی جہالت کے باوجود، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر اعتراض کرتے اور بہتان لگاتے ہیں اور اس طرح خود اپنی رسوائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ دراصل اس رباعی کے پہلے شعر (دو مصرعوں) کا مطلب ان مخالفین کو سمجھ نہیں آتا، اس لیے وہ دوسرے شعر کا اپنی طرف سے غلط مطلب و مفہوم گڑھ کے، عقیدہ ختم نبوت کے سچے محافظ، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں اور عذاب کماتے ہیں۔

”جو ہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت بریلوی چوں کہ ”قادی“ کہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ شیخ عبدالقادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو ”تبعی“ کہہ رہے ہیں۔“ یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر بہتان ہے، ”جو ہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف اور اس کے حامی، اس بہتان طرازی کی سزا، ان شاء اللہ ضرور پائیں گے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ پر شدید بہتان لگانے والے یہ لوگ ذرا مکمل آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ و فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب ”بذل اللہ عدوہ بابا ختم النبوة“ میں تحریر فرمایا۔

وہ فرماتے ہیں ”اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا۔ مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد، صمد، لا شریک لہ، جاننا فرضِ اول و منافی ایمان ہے، یوں ہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اجل و جزئی ایمان ہے۔ وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴿۶۰﴾ (احزاب: ۶۰) نصن قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے تو ہم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً ملعون، بخلاف فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے، وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردید کو راہ دے، وہ بھی کافر.....“ (ص 6، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے خود اپنے قلم سے ”ختم نبوت“ کے موضوع پر کئی کتابوں اور واضح فتویٰ کے باوجود، ”جوہانس برگ سے بریلی“ کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر بہتان لگانا، بلاشبہ سنگین ظلم ہے۔“ (سفید سیاح، ص 161 تا 164)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام میں سے جو اشعار ان لوگوں کے نزدیک ”عبدو معبود کے فرق مراتب اور انس و محبت کے صحیح اسلامی تصور و تعبیر سے خالی ہیں“ وہ بھی ملاحظہ ہوں:

- 1- ”فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں نحر و عرش پر اڑتا ہے پھر میرا تیرا
- 2- آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
- 3- میری تقدیر بڑی ہے تو بھلی کر دے کہ ہے محو اثبات کے دفتر پہ کڑوا تیرا
- 4- میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا
- 5- ہے ملک خدا پہ جس کا قبضہ میرا ہے وہ کام گار آقا
- 6- وہی نور حق وہی ظن رب ہے انہیں کا سب ہے انہیں سے سب
- 7- وہی لامکاں کے مکین ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے
- 8- سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر تیری نظر
- 9- واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے اتنا بھی تو ہو کوئی جو اس کے دل سے
- 10- خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے
- 11- عالم علم دو عالم ہیں حضور آپ سے کیا عرض حاجت ہے
- 12- جن و بشر سلام کو حاضر ہیں، السلام یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے
- 13- سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں، السلام یہ بارگاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے
- 14- عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
- 15- محبوب و محبت کی ملک ہے ایک کونین ہیں مال مصطفائی“

ان اشعار کو لکھنے کے بعد معترضین کے اعتراض انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں، وہ لکھتے ہیں:

”ان اشعار کے معانی و مطالب کا اگر خلاصہ کیا جائے تو کچھ اس طرح ہوگا کہ:

☆ رسول کریم ﷺ زمین، آسمان، عرش، فرش، ہر خشک تر اور سب جن و بشر، غرضیکہ خدا کی ساری خدائی کے مالک و حاکم ہیں۔ (دیکھئے شعر نمبر 1 تا 7 اور 12 تا 15)

☆ دونوں جہاں کے ہر خفی و جلی کا آپ کو علم ہے یعنی آپ عالم الغیب بھی ہیں۔ (شعر: 8 تا 11)

☆ آپ سب کی فریاد سنتے اور فریاد دہی فرماتے ہیں۔ (شعر: 9)

☆ زمین، آسمان آپ کے دست خوان ہیں، گویا ساری دنیا کو آپ ہی رزق دیتے ہیں۔ (شعر: 2)

☆ تقدیر کا بدلنا اور محو اثبات کے دفتر (یعنی لوح محفوظ) میں کتر بیونت بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ (شعر: 3)“ (چراغ نوا، ص 10 تا 13، مطبوعہ مرکز مطالعات فارسی علی لڑ)

اپنی فہم کے مطابق اخذ کیے ہوئے یہ اعتراض لکھ کر معترضین نے قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ یہ لوگ انہی آیات کی وہ تفاسیر خود ملاحظہ کر لیتے جو معترضین ہی کے ”بڑوں“ نے لکھی ہیں لیکن یہ کام بھی میرے ہی ذمے ٹھہرا ہے، سو ملاحظہ ہو:

قرآن کریم میں ہے: ﴿اَفَتَوْمُنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ﴾۔ (البقرہ: 85)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی ”تو کیا کتاب کے بعض پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے؟“۔ معترضین اسی کے حامل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

اپنے اعتراضات پیش کرتے ہوئے معترضین لکھتے ہیں: ”خان صاحب کی پرواز خیال کا عالم آپ نے دیکھا ہے؟ قرآن پاک کی چند آیات پر بھی نظر ڈال لیجئے۔“

لیکن ان معترضین نے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی پرواز خیال تک رسائی پائی؟ اعلیٰ حضرت تو اپنے خیال، قرآن و حدیث اور شریعت و سنت کا پابند رکھتے ہیں، ناقابل تردید دلائل و براہین کا انبار لگا رہے ہیں اور اپنی پرواز خیال کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کیا ان کے معترضین و مخالفین نے کبھی یہ ”سعادت“ حاصل کی کہ وہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے عقائد ان کی اپنی تحریروں سے جانتے؟ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صرف نعتیہ کلام ہی نہیں لکھا حالاں کہ ان کی کبھی ہوئی ہر نعت میں قرآن و حدیث ہی کی ترجمانی ہے اور اس کی تفصیل ان کی تحریروں میں اس قدر واضح ہے کہ اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ مگر ناواقف کے باوجود اعتراض کرنا ہی مخالفین کو مرغوب ہے۔ ان معترضین کو تو اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی کتب کے عربی نام بھی صحیح املا و اعراب کے ساتھ شاید ہی پڑھنے آتے ہوں گے، قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ کرنا بھی جنہیں صحیح نہیں آتا وہ اس ”پرواز خیال“ پر معترض ہو رہے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو حاصل تھی۔ واضح رہے کہ خود اشرف علی تھانوی ”افاضات یومیہ“، ص 446 / 7 میں لکھتے ہیں کہ: ”قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے 14 علوم میں تبحر ہونے کی ضرورت ہے میں تو غیر تبحر کو اگرچہ وہ درسیات سے فارغ

مولوی ہی کیوں نہ ہو، لوگوں کے سامنے ترجمہ قرآن بیان کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔“ ان مقررین نے پہلی آیت یہ نقل کی ہے:

(1) ﴿لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

(البقرہ: 255/2)

(ترجمہ بھی وہ لکھتے ہیں) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی (اللہ) کا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم کے بغیر اس سے کسی کی سفارش بھی کر سکے۔

اس آیت کا ترجمہ و تفسیر اشرف علی تھانوی سے ملاحظہ ہو:

”اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔“

تھانوی حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”ف قیامت میں انبیاء و اولیاء گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے وہ اول حق تعالیٰ کی مرضی پالیں گے جب شفاعت کریں گے۔“

(بیان القرآن، ص 86، مطبوعہ تاج کمپنی، فروری 1959ء)

قرآن کریم کی اس آیت نے واضح کیا کہ اللہ کریم جل شانہ کی اجازت ہی سے کوئی شفاعت کر سکے گا اور تھانوی صاحب نے صاف لکھا کہ انبیاء و اولیاء کرام اجازت پا کر شفاعت فرمائیں گے۔ اجازت کے حوالے سے قرآن کریم کا بیان ملاحظہ ہو:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلُهُ﴾ (البقرہ: 255)

تھانوی ترجمہ یوں کرتے ہیں: ”اس روز سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو۔“

حاشیہ میں تھانوی لکھتے ہیں ”اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کے واسطے اللہ تعالیٰ نے (کی سفارش کرنے) کے واسطے اللہ تعالیٰ نے (شافعین) کو اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے (شافع) کا بولنا پسند کر لیا ہو۔“ (ص 630، بیان القرآن)۔ واضح رہے کہ قوسین میں درج الفاظ بھی تھانوی ہی کے ہیں۔

سورہ مریم میں ہے: ﴿لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾ (مریم: 87/19)

ترجمہ از تھانوی: ”کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمان کے پاس اجازت لے لی ہے۔“ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمن کے پاس (سے) اجازت

لے لی ہے (وہ انبیاء و صلحاء ہیں اور اجازت خاص ہے مومنین کے ساتھ۔)“ (بیان القرآن، ص 615)

تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ”نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے رحمن سے وعدہ۔“ اور جناب شبیر احمد عثمانی حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلاً ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرہم وہ ہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے۔ (ص 403)

ان دو آیات نے واضح کر دیا کہ شفاعت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں: أُعْطِيَ الشَّفَاعَةُ، مجھے شفاعت عطا کر دی گئی ہے۔ (مشکوٰۃ: 5747، ابن ابی شیبہ: 31633، صحیح ابن حبان: 6364)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اُذْنِ كَبْ كَا لْ چکا اب تو حضور ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے
چاہا تھا کہ ”شفاعت“ سے متعلق ”اربعین“ (چالیس احادیث) یہاں نقل کر دوں لیکن یہ تحریر ایک مضمون کی بجائے پوری کتاب ہو جائے گا تاہم مختصراً ”شفاعت“ کا بیان ضروری سمجھتا ہوں تاکہ جنہیں اس کے بارے میں صحیح آگہی نہیں ان پر مسئلہ واضح ہو جائے۔ کیوں کہ بیان، نعت مصطفیٰ علیہ الخیرۃ و الصلوٰۃ کا ہے۔

”شفاعت“ کے معنی سفارش کے ہیں اور یہ دنیا میں کئی طرح کی ہوتی ہے لیکن جس مسئلہ شفاعت کا بیان ہے وہ دوسرے قسم کی ہے۔ کنہوں کی بخشش اور مرتبے و درجے کی بلندی کے لیے۔ بارگاہ الہی میں شفاعت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں سیدہ زوری یا اس کے ارادہ و اختیار میں کسی طور مزاحمت یا تصرف یا اس کی قدرت میں کسی خلل کی تاب ہے۔ ضروری ہے کہ شفاعت کی حقیقت کو سمجھا جائے۔

شفیع: سفارش کرنے والا۔ مستشفوع: جس کے لیے سفارش کی جائے۔

مستشفع الیہ: جس کی طرف سفارش کی جائے۔ شفاعت: سفارش۔

ایک شخص (شفیع، سفارش کرنے والا) کسی دوسرے شخص (مستشفع الیہ، جس کی طرف سفارش کی جائے) کی جناب میں کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ دوسرا شخص اس پہلے شخص کی سفارش اس لیے قبول کر لیتا ہے کہ اس پہلے شخص کو کسی وجہ سے دوسرے شخص کی جناب میں عزت و منزلت حاصل ہوتی ہے۔ اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں خاص قرب سے نوازا ہے اور اپنے وابستگان کے درمیان اسے عزت و امتیاز بخشا ہے۔ ان عزتوں اور کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام ماتحت لوگوں کی ترقی مناصب کے علاوہ جرائم اور کوتاہیوں کی معافی کے لیے اس کو بات کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کی درخواست قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش کی پذیرائی کی جاتی ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس معزز شفیع کی سفارش نہ ماننے سے وہ دل گرفتہ اور کبیدہ خاطر ہوگا اور اس کی رنجیدگی سے مستشفع الیہ کو رنج یا کوئی نقصان پہنچے گا۔ بلکہ

اس معزز شفیع سفارشی کی پذیرائی اس لیے ہوتی ہے کہ مستشفع الیہ نے اپنی بارگاہ میں اس شخص کو جو عزت و منزلت دی ہے، اس شخص کی بات نہ ماننا اس بندہ پروری اور عزت افزائی کے منافی ہوگا۔ ایسی سفارش کو ”شفاعت و جاہت“ کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ شفاعت کے معنی سفارش اور جاہت کے معنی لحاظ اور عزت کے ہیں، ایسا نہیں سوچا جاسکتا کہ جس کے حضور سفارش کی گئی ہے وہ شفیع کی بات ماننے پر مجبور یا اس کی سفارش قبول کرنے کا پابند ہے یا اسے سفارشی کی ناخوشی سے خطرہ یا سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں کسی نقصان کا خوف ہو۔ کیوں کہ نقصان کے ذریعے سفارش ماننا تو اپنے نقصان کو دور کرنا ہے۔ اسے تو اطاعت کہنا چاہیے نہ کہ قبول شفاعت۔ کوئی بادشاہ اپنے مصاحبوں میں سے شفقت و عنایت کرتے ہوئے کسی کو ایسے اور ایسے مرتبہ و مقام سے نوازتا ہے کہ وہ اس بادشاہ کے حضور لوگوں کی عرض حاجات اور خطا کاروں کی معافی چاہنے کی بات کرے اور بادشاہ اس شخص کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے اس کی سفارش قبول کر لے تو یہ اس شخص پر بادشاہ کے خصوصی انعام و اکرام کا اظہار ہوگا۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (آل عمران: 45)

ترجمہ از تھانوی: ”با آبرو ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں“۔ (ع: 113)

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾ (احزاب: 69)

ترجمہ از تھانوی: ”اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے“۔ (ع: 836)

ہمارے رسول کریم ﷺ بلاشبہ بارگاہ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز و مکرم اور جملہ مخلوق میں سب سے افضل ترین ہستی ہیں انہیں جو مرتبت و فضیلت اور عزت و کرامت بارگاہ الہی میں حاصل ہے کسی مخلوق کو اس میں ہم سہری حاصل نہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجہ ہاں شفاعت بالوجاہت ہے۔
شفاعت و جاہت کے بعد شفاعتِ محبت کو سمجھا جائے۔

مستشفع الیہ کو شفیع سے محبت ہو اور محبت کا تقاضا محبوب کی ہر طرح خوشی و دل جوئی ہے، محبت نہیں پسند کرتا کہ اس کے محبوب کی دل شکنی ہو یا محبوب کو رنجیدہ و آزرده کیا جائے۔ وہ غلبتِ محبت کی وجہ سے محبوب کی فرمائش اور سفارش قبول کرتا ہے۔ سفارش قبول کرنے میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ سفارش کی عدم پذیرائی کی صورت میں سفارش کرنے والے غضب و غصہ یا صدمہ و ایزد کا باعث بنے گا یا کسی طرح مستشفع الیہ کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے بلکہ محبوب کی دل داری ہی محبت کا تقاضا ہے اور محبت یہی کہتی ہے کہ محبوب کو خوش کیا جائے۔ اس حوالے سے احادیث قدسی ہم پر واضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو کتنا نوازتا ہے۔ ایک

ارشاد میں ہے کہ کتنے گرد آلود بالوں والے جن کے پاس دو بوسیدہ چادروں کے سوا کچھ نہ ہو اور جنہیں اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم (کسی بات پر) اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کو پورا کر دے گا۔ (میلاد النبی ﷺ، ص 132، از تھانوی، مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور)

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ: وَإِنْ سَأَلْتَنِي لَأُعْطِيَنَّكَ (بخاری شریف: 6520)

اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک حقیقی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں کوئی شرکت یا تاب مزاحمت نہیں ہے۔ کوئی کسی طرح اس کا شریک یا ساجھی نہیں ہے نہ ہی اس کو کسی کی کوئی حاجت یا ضرورت ہے۔ اس کا فضل و احسان اور کرم ہے کہ اس نے اپنی مخلوق میں بعض کو بعض پر درجات و مراتب اور فضیلت و بزرگی عطا کی ہے اور جنہیں اپنی بارگاہِ قدس کا مقرب بنایا ہے انہیں خاص شان اور مقبولیت و محبوبیت عطا کی ہے، انہیں مخلوق میں ممتاز و افضل کیا ہے۔ اللہ کریم جل شانہ اپنے فضل و کرم سے ان کی سفارش کی پذیرائی فرماتا ہے، ان کی فرمائش پوری کرتا ہے، انہیں اجازت عطا فرماتا ہے کہ وہ مقربین اس کی بارگاہ میں اپنے وابستگان کے لیے دفع عذاب، رفع درجات اور عفو و مغفرت کی سفارش کریں۔ ان محبوب و مقبول اور مقرب لوگوں کو بارگاہِ الہی میں جو عزت و جاہت اور محبوبیت و مقبولیت حاصل ہوتی ہے اس کی وجہ سے ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے۔ بارگاہِ الہی میں سب سے زیادہ محبوب ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

اب شفاعت بالمحبت کیجئے
محبت ہی اختیار کے ساتھ شفاعت کا مسئلہ اس فقیر نے یہاں درج کیا ہے، اس موضوع پر علمائے اہل سنت کی مستقل تصانیف ہیں تفصیل کے لیے ان کا مطالعہ کیا جائے۔

صحیح العقیدہ اہل ایمان اہل سنت و جماعت یہ موقف اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ہر کمال ذاتی و حق ہے اور مخلوق میں جس کسی کو جو کمال حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے اسی لیے اسے عطا کی کہتے ہیں۔ اللہ کریم جل شانہ جس کو جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اپنی بارگاہ کے مقربین کو اس نے عام مخلوق کی نسبت جن خصوصیات سے نوازا ہے اس کا انکار بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شان عطا کا انکار ہوگا۔

اعلیٰ حضرت مجتہد دہلوی علیہ الرحمہ تو 1856ء میں پیدا ہوئے اور 1921ء میں وصال فرمایا۔ سن 11 ہجری سے 1272 ہجری تک اُمتِ مسلمہ میں جو علمائے ربانی ہوئے، انہوں نے کتنی تحریریں یادگار بنائیں وہ دیکھی جائیں۔ اصحابِ نبوی کے بعد تابعین میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو فی رضی اللہ عنہ کا کہا ہوا قصیدہ، سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی، سیدنا امام مالک بن انس اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور تحریریں دیکھیے، مفتیین، مجتہدین، فقہاء، متکلمین اور سیرت نگاروں،

مؤرخوں کی وہ کتابیں جو آج ہمارا بہترین علمی سرمایہ ہیں ذرا انہیں دیکھیے، ان سب میں ہمیں واضح طور پر وہی باتیں نظر آتی ہیں جن کی ترجمانی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے چودھویں صدی ہجری میں فرمائی۔ امام غزالی، امام رازی، امام بصری، امام ابو القاسم سہیلی، امام نووی، محبت طبری، امام ابن عساکر، امام عسقلانی، امام قسطلانی، امام شعرانی، شیخ سعدی، مولانا روم، امام سیوطی، مجدد دلف ثانی اور شیخ خلیفہ رضى اللہ عنہم جیسی ہستیاں نثر و نظم میں قرآن و سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے عربی فارسی میں جو لکھ رہی ہیں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ نے اردو میں ان کی ترجمانی کی ہے۔ کیا یہ ہستیاں عبد و معبود کے فرق مراتب سے آگاہ نہیں تھیں؟ کیا ان سب کی تحریریں عبد و معبود کے فرق مراتب کے صحیح اسلامی تہذیب و تعبیر سے خالی ہیں؟ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ نے کسی تحریر میں نبی کریم ﷺ کو ”عالم الغیب“ ہرگز ہرگز نہیں فرمایا، نہ ہی انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لیے یہ فرمایا ہے کہ وہ خود سے کوئی علم یا بالذات کوئی کمال رکھتے تھے بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ اللہ کریم جل شانہ نے نبی کریم ﷺ کو علم غیب اور کمالات سے نوازا، ان کا عقیدہ خود ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو: فرماتے ہیں: ”فسوس کہ ان (مترنین) کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز الفناء، وہ ممتنع الخیر یہ ممکن المتبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔“ مزید فرماتے ہیں: ”اگر تمام اہل علم اگلے پچھلوں سب کے علوم جمع کیے جائیں تو ان کو علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔“

مترنین غور فرمائیں کہ کیا اس قدر واضح بیان کے بھی بعد بھی کسی اعتراض کی گنجائش رہتی ہے؟

مترنین نے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے کچھ نعتیہ اشعار پر اعتراض کرتے ہوئے یہ قرآنی آیات پیش کی ہیں:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ اعْلَمُ

الْغَيْبِ لَا سْتَكْفُرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (الاعراف: 188/7)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی ذات کے لیے بھی نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو اپنے لیے بہت سی خیر جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (النمل: 65/27)

(ترجمہ) (اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی

غیب کا جاننے والا نہیں ہے۔

مترنین نے سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 188 نقل ضرور کی لیکن اسے پڑھا اور سمجھا نہیں، اس آیت میں ﴿إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ کے کلمات پر انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ ”مگر جو اللہ چاہے“ (188/7) ہی کے الفاظ سے ترجمہ کرتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھ نہ سکے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت، اللہ کی عطا اور اللہ کریم جل شانہ کی اجازت کے بغیر اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ اور تمام اہل سنت کسی میں کوئی کمال، قوت، اختیار وغیرہ ہرگز نہیں مانتے اور یہ آیت بھی یہی واضح کر رہی ہے کہ ”خود سے“ اور ”ذاتی طور پر“ کوئی علم اور کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں، جو کمال بھی حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے اور اس کی عطا سے ہے۔

چنانچہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے تحت جو لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو: ”اس آیت میں بتلایا گیا ہے کوئی بندہ خود کتنا ہی بڑا ہو، نہ اپنے اندر ”اختیار مستقل“ رکھتا ہے نہ ”علم محیط“، سید الانبیاء صلعم (ﷺ) جو علوم اولین و آخرین کے حامل اور خزان ارضی کنہیوں کے امین بنائے گئے تھے۔ ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہے کہ میں دوسروں کو کیا خود اپنی جان کو بھی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہوں مگر جس قدر اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے۔“ (ص 225، حاشیہ قرآن)

قرآن کریم کا صحیح فہم ہونا بلاشبہ بہت سعادت ہے لیکن وہ لوگ جو اپنے فہم کو قرآن کے تابع کرنے کی بجائے قرآن کے متبع کو اپنے فہم کے تابع رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنے لیے کیا ذخیرہ کر رہے ہیں، وہ خود سوجھیں۔

قرآن کریم کی کچھ آیات میں نفی کا بیان ہے تو کچھ میں اثبات کا بیان ہے۔ ہر دونوں اثبات کی آیات کا ماننا ضروری ہوگا۔ شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن کے بعض کو ماننا اور قرآن کے بعض کا انکار کرنا اہل ایمان کا کام نہیں۔

”بن آیات میں نفی“ کا بیان ہے وہ بھی حق ہے اور جن آیات میں ”اثبات“ کا بیان ہے وہ بھی حق ہے۔ نفی کا بیان واضح کرتا ہے کہ ذاتی اور حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا ذاتی اور حقیقی طور پر کوئی اور نہیں جانتا۔ اثبات کا بیان واضح کرتا ہے کہ مخلوق میں جو کوئی جانتا ہے اور جس قدر جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانتا ہے۔ سمجھنے کے لیے دیکھیے۔ سورہ یونس کی آیت: 10/65 میں ہے: ﴿إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾

یہ آیت بتاتی ہے کہ ساری عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ صرف یہی آیت لکھی جائے اور کہا جائے کہ اللہ کے سوا کسی کی کوئی عزت نہیں۔ کسی کو عزت مآب، معزز، مکرم نہ جانا جائے تو کیا یہ قرآن فہمی ہوگی؟ قرآن ہی میں ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ﴾ کے کلمات ہیں۔ قرآن ہی میں ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (المنفون: 63/8)

بھی اس کو تسلیم کر لیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے کیوں کہ عبادت تو خاصہ مخلوقات ہے خدا کی صفت نہیں البتہ علم خدائے تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے اس لیے قابلِ خلافت یہی ہوئے کیوں کہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے۔“ (ص: 8، حاشیہ قرآن)

مقرنین سے عرض ہے کہ وہ اپنے شبیر احمد عثمانی کی اس تفسیر میں غور فرمائیں اور عبد و معبود کے فرق مراتب کا صحیح اسلامی تصور واضح فرمائیں۔ ایک شخص اس تفسیر میں پہلی بات یہ پڑھتا ہے کہ بغیر واسطہ کلام، اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کے دل میں علم ڈال دیتا ہے۔ پھر اسی تفسیر میں وہ شخص یہ بھی پڑھتا ہے کہ ”فر فر سب امور بتانے والے“ تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ: ”کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں“۔ یعنی فر فر بتایا حضرت آدم علیہ السلام نے لیکن جاننے کی صفت اللہ تعالیٰ کے لیے بیان ہوئی۔ پھر اسی تفسیر میں یہ بھی واضح ہے کہ ”علم“ اللہ تعالیٰ کی صفت اعلیٰ ہے اور خلیفہ میں مستخلف عنہ کا کمال کا ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مستخلف عنہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جو سوال اس شخص کے ذہن میں اس تفسیر کے پڑھنے سے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں القا فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام کے حواس اور عقل سے مخفی تھا یا نہیں؟ (شبیر احمد عثمانی نے ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾ (البقرہ: 2/2) کے تحت لکھا ہے: یعنی جو چیزیں ان کے عقل و حواس سے مخفی ہیں۔)“ (حاشیہ قرآن، ص: 3)

کیا وہ علم غیب ہی تھا؟ اگر وہ علم غیب تھا تو یقیناً حضرت آدم علیہ السلام کو وہ عطا ہوا کیوں کہ وہ خود سے اسے ہرگز نہیں جانتے تھے۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا چاہے علم غیب عطا فرماتا ہے اور بغیر واسطہ کلام بھی عطا فرماتا ہے۔ فر فر سب امور بتائے حضرت آدم علیہ السلام نے تو یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بتانا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا بتانا ہے یوں یہ بات واضح ہوگئی کہ مومنہ اللہ تعالیٰ کے پیارے کا ہوتا ہے مگر اس پر خدا تعالیٰ بوتا ہے۔ مستخلف عنہ (جس نے خلیفہ بنایا) اللہ تعالیٰ ہے اور خلیفہ نبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا کمال اس کے نبی میں ماننا کیا عبد و معبود کے فرق مراتب کو ختم کرنا اور بھٹکانا ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے رسول کریم ﷺ افضل و اعلیٰ ہیں، وہ اللہ کریم جل شانہ کے خلیفہ اعظم اور مخلوق میں سب سے معظم و مکرم اور رب تعالیٰ کے محبوب کریم ہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ماننا کیا عبد و معبود کے فرق مراتب کو مٹانا ہے؟

شبیر احمد عثمانی ص 473 پر لکھتے ہیں: ”مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے۔“ (حاشیہ قرآن)

”حفظ الایمان (مہنفہ اشرف علی تھا نوی) میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو علم غیب بفضلہ الہی حاصل ہے۔“ (توضیح البیان، ص: 13، از مرتضیٰ حسن درہشتی)

”کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے، اس میں رسل کی شرکت ہوگئی کیوں کہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں، اس کا علم ذاتی ہونا اور اس کا محیط بالکل ہونا۔ یہاں (رسولوں میں) ذاتی اس لیے نہیں کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض امور خاص مراد ہیں، پس یہ بالمعنی الاعم غیب ہے نہ کہ بالمعنی الاخص۔“ (ص: 150، بیان القرآن، از تھا نوی، مطبوعہ تاج کتب لیبڈ، لاہور)

تھا نوی صاحب فرماتے ہیں: ”شنا ہے کہ وہ (سنی بریلوی علماء) علم غیب کو جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت تو کرتے ہیں مگر علم باری تعالیٰ کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ ان (کے علم غیب) کی حد مانتے ہیں اِلٰی اَنْ يَدْخُلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ (اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک)۔ اگر یہ صحیح ہے تو (ایسا ماننے سے) شرک ثابت بھی نہیں ہوتا۔ کیوں کہ صفت خاص باری تعالیٰ علم محیط ہے، علم محدود نہیں۔ تو اب ہم میں اور ان (سنی بریلوی علماء) میں خلاف ایک امر میں ممکن رہا کہ واقع ہوایا نہیں؟ یعنی یہ علم اِلٰی مَا يَدْخُلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ اَهْلُ النَّارِ النَّارَ حضور ﷺ کو یا کیا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ (یہ علم غیب) دیا جانے میں ممکن ہے مگر وقوع اس کا شریعت سے کس سے ثابت نہیں اور وہ (سنی بریلوی) کہتے ہیں، ثابت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوع کی جو وہ (سنی بریلوی) پیش کرتے ہیں نا تمام ہیں اور ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتیں، تو زائد سے زائد الزام ان (سنی بریلوی علماء) پر یہ ہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں، اور یہ بیان محض کفر کی ہے نہ کفر کی۔“ (تخص الاکار، ص: 253۔ مطبوعہ لاہور)

”لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا ہمیں (حاجی امداد اللہ) کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک خمیاسیات کا ان کو ہوتا ہے۔“ (شام امدادیہ، دوم ص: 115، امداد الحقائق، ص: 76، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، 1929ء)

”قرآن مجید میں ایک سے زیادہ جگہ پر فرمایا گیا ہے کہ ”الغیب“ کا علم حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے،..... لیکن اسی کے ساتھ قرآن ہی میں ہے کہ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ غیب سے مطلع فرماتا ہے..... اب سوال یہی ہے کہ غیر اللہ کو غیب کا علم جو عطا ہوتا ہے اس پر بھی ”علم الغیب“ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت والا (محمد قاسم نانوتوی) نے ارتقا فرمایا ہے کہ..... پس غیر اللہ کی طرف علم غیب کو منسوب کرنے کا یہ مطلب کوئی نہیں سمجھتا کہ بالذات غیب کا علم ان کو حاصل ہے بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ غیب کے اس علم سے حق تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا ہے۔“ (سوانح قاسمی، ص: 58، از مناظر احسن گیلانی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

”مردوں کو زندہ کرنا، اکمہ و ابرص (اندھے و برص والے) وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا، غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے کھلے مجزے ہیں۔“ (حاشیہ قرآن ص 17، از شبیر احمد عثمانی)

انڈیا میں ”مرکز اہل سنت برکات رضا“ کے نام سے پور بندر، سبھرات کے علاقے میں قائم ادارے نے ”جامع الاحادیث“ کے عنوان سے چھ جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کی جلد چہارم کے ص 386 سے 417 تک علم غیب کے مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مجتہد دبریلوی علیہ الرحمہ نے احادیث نبوی اور ادلہ شرعیہ سے اپنا مؤقف واضح کیا ہے۔

میرے والد گرامی مجتہد و مسلک اہل سنت خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ نے اپنی شاہ کار تالیف ”ذکر جمیل“ میں ”علم غیب“ کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ مناسب خیال کرتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی ”نعت شریف“ کے اس بیان کو ملخصاً یہاں نقل کر دوں۔ عربی عبارات کا صرف ترجمہ نقل کر رہا ہوں تفصیل کے لیے ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی سے مطبوعہ کتاب ذکر جمیل دیکھ لی جائے۔ ملاحظہ ہو:

”چوں کہ آج کل بہت سے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا مسئلہ بھی باعث نزاع بنا ہوا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت دیانت داری کے ساتھ اس مسئلہ کو مختصر طور پر بیان کر دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کو مسئلہ کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے اور سینہ اقدس کے علوم کا بھی اندازہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(1) ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ (البقرہ: 255)

اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر معالم التنزیل“ میں ہے: یعنی وہ اس کے علم غیب میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر کہ وہ چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ میں ہے: یعنی جن کو اللہ تعالیٰ اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے وہ انبیاء و رسل ہیں تاکہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس نہیں مسلط فرماتا ہے اپنے غیب خاص پر کسی ایک کو بھی سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر کبیر“ میں ہے: اللہ کے اطلاع دینے کے بغیر کوئی غیب نہیں جانتا اللہ نے اپنے بعض انبیاء کو بعض علم غیب عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا جانے والا غیب کا پس اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے کوئی خود بخود نہیں جان

سکتا مگر جس کے لیے جتنا وہ چاہے۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ (آل عمران 179)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔ ہاں اللہ (اس کے لیے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر بیضاوی“ میں ہے: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تم میں سے کسی کو علم غیب دے دے اور دلوں کے کفر و ایمان پر مطلع کر دے۔ ہاں اس منصب جلیل اور اپنی پیغام بری کے لیے اللہ جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔ اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ میں ہے: لیکن اللہ مصطفیٰ و مختار بنا لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہے تو پھر اس کو اپنے غیب میں سے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر کبیر“ میں ہے: پس غیب کی باتوں کا جان لینا بطریق اعلام یہ انبیاء کرام کی خصوصیتوں میں سے ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر جمل“ میں ہے: معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے و مصطفیٰ بنا لیتا ہے تاکہ اس کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر جلالین“ میں ہے: ہاں اللہ جس کو چاہے و مختار بنا لیتا ہے تو اس کو اپنے غیب کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو منافقین کے حال سے مطلع فرمایا۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر صاوی علی الجلالین“ میں ہے: بلاشبہ وہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ اسی آیت کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ”خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔“ (ص 95)

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے صراحتہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو اپنا بعض علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(3) ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (النساء: 113)

اور (اللہ) نے سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ میں ہے: یعنی احکام اور امور دین اور کہا گیا ہے کہ آپ کو سکھا دیا اس علم غیب میں سے جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو امور مخفیہ، دلوں کے راز، منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر جلالین“ میں ہے: یعنی احکام اور علم غیب سکھا دیا۔
اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر صاوی علی الجلالین“ میں ہے: اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے یعنی علم غیب۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا۔
(4) اَلْاِنْسَانُ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
الرَّحْمٰنُ ۝۵۵/۱۴۱
پیدا کیا انسان کو اور سکھا دیا اس کو بیان۔

اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر معالم التنزیل“ میں ہے: اللہ نے انسان یعنی محمد علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب سکھا دیا۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ میں ہے: کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا۔ سب اللہ نے ان کو سکھا دیا کیوں کہ آپ کو اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر حسینی“ میں ہے: کہ وہ علم ”ماکان وما یکون“ ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اللہ سبحانہ نے معراج کی رات آپ کو عطا فرما دیا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر صاوی علی الجلالین“ میں ہے: اور کہا گیا ہے کہ وہ انسان کامل ﷺ ہیں اور بیان سے مراد وہ علم ہے جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا وہ ان کو سکھا دیا گیا ہے۔
اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ نے سب حضور اکرم ﷺ کو سکھا دیا۔

(5) اَلْاِنْسَانُ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
الرَّحْمٰنُ ۝۵۵/۱۴۱
پیدا کیا انسان کو اور سکھا دیا اس کو بیان۔

اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ اور ”تفسیر بغوی“ میں ہے: یعنی جس کو اپنی نبوت و رسالت کے لیے چُن لیتا ہے تو اس پر جتنا چاہتا ہے غیب ظاہر فرماتا ہے تاکہ اس کا نبی خبریں دینا اس کی نبوت کی

دلیل ہو جائے پس یہ (علم غیب) نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر روح البیان“ میں ہے: کہ اللہ تعالیٰ اس علم غیب پر جو اس کے ساتھ مختص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب اس کے ساتھ خاص نہیں ہے اس پر غیر رسول (اولیاء) کو بھی مطلع فرما دیتا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر صاوی علی الجلالین“ میں ہے: یعنی جس رسول کو برگزیدہ کر لیتا ہے تو اس پر اپنے غیبوں سے جس قدر چاہتا ہے اظہار فرماتا ہے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر عزیزی“ میں ہے: جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور باری تعالیٰ کے تکوینی و تشریعی احکام جو ہر روز و ہر شریعت میں جاری ہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تفصیلی حقائق اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس وہ اپنے اس خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو پسند کر لے، اور وہ رسول ہوتا ہے خواہ جنس مانگہ سے ہو اور خواہ جنس بشر سے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ پھر اس پر اپنے خاص غیبوں سے بعضے غیب اظہار فرماتا ہے۔

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو اپنا خاص علم غیب عطا فرماتا ہے۔
(6) اَلْاِنْسَانُ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ
الرَّحْمٰنُ ۝۵۵/۱۴۱
پیدا کیا انسان کو اور سکھا دیا اس کو بیان۔

اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر معالم التنزیل“ میں ہے: اللہ فرماتا ہے کہ میرے نبی کے پاس علم غیب ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبریں دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ میں ہے: اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر بغوی“ میں ہے: اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبر دیتے ہیں۔

اسی آیت کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ”یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا بخت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے

میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اجرت مانگتا ہے پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔“ (ص 764)

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے ہیں اور اس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی سکھاتے اور بتاتے ہیں۔

(7) ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: 89/16)

اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(8) ﴿مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (انعام: 38/6)

ہم نے اس کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی

(9) ﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (النساء: 87/4)

یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔

ان تین آیتوں سے ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور وہ بھی تفصیلی اسی لیے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔ (الاتقان، 2/126)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن اور تفصیلی بیان ہے تو مذہب اہل سنت و جماعت میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں اور موجودات میں مکتوبات قلم و مکتونات لوح محفوظ بھی داخل ہیں تو قرآن عظیم کا بیان علوم لوح و قلم کو بھی شامل ہوا، اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھئے کہ لوح محفوظ میں کیا ہے؟ قرآن فرماتا ہے:

(10) ﴿كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَقَرٌّ﴾ (اتر: 53/54)

ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوح محفوظ میں مستقر ہوئی ہے۔

(11) ﴿لَا حَبَّةٌ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (الانعام: 59/6)

کوئی دانہ ایسا نہیں جو زمین کی اندھیریوں میں ہو اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لوح محفوظ میں ہے۔

(12) ﴿وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (یونس: 61/15)

اور ذرہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(13) ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ﴾ (یسین: 12/36)

اور ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

ان چار آیتوں سے ثابت ہوا کہ روز ازل سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا، تمام لوح محفوظ میں لکھا ہے اس کا روشن اور تفصیلی بیان قرآن پاک میں ہے اور جو کچھ قرآن پاک میں ہے اس کا کامل علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا تو بلاشبہ آپ ﷺ ”ماکان وما یکون“ کے عالم ہوئے۔

بعض کم فہم لوگ ”قَبِيلَانَا لِكُلِّ شَيْءٍ“ میں کلام کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ”کُلُّ شَيْءٍ“ سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں بد ہد کا قول ”وَأُوتِيتُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ“ پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہوئیں لہذا ثابت ہوا کہ ”کُلُّ شَيْءٍ“ سے بھی بعض مراد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی بعض مراد ہے۔

ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیات الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ان کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے بد ہد کا یہ قول نقل فرمایا ہے، خود اس نے یہ خبر نہیں دی ہے چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ بد ہد نے آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی۔

﴿إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ (النمل: 23/27)

میں نے ایک عورت کو پایا جو لوگوں پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

کئی ایک بد ہد کا اپنی مجاہد استعداد کے مطابق ”کُلُّ شَيْءٍ“ کہنا، اور کجا اللہ تعالیٰ کا ”کُلُّ شَيْءٍ“ فرمایا گیا ایک بد ہد ہے۔ چنانچہ خاک ربا عالم پاک؟

بلقیس کا مال و متاع ملک و سلطنت کی تمام چیزیں بد ہد کا ”کُلُّ شَيْءٍ“ ہے، اللہ تعالیٰ کا ”کُلُّ شَيْءٍ“ نہیں، اس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا بد ہد کے عرش عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم میں ہے۔ ملکہ بلقیس کا اسی گریبا عرش لہا اور چالیس گز چوڑا تخت بد ہد کے نزدیک عرش عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرش عظیم وہ ہے جس کی عظمت و وسعت کا اندازہ اس عبارت سے کیجئے:

”عرش کا عظیم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذراتی جگہ میں موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہوا پھر دوسرا اس سے بڑا اور تیسرا اس سے، وعلیٰ ہذا القیاس ساتواں کس قدر بڑا ہوگا، اور سب آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔ اس سے عرش کا اندازہ کر لیا جائے اہل رصد جس کو ”فلک الافلاک“ کہتے ہیں، مرکز عالم سے اس کے مقعر تک حسب نقل ”روح المعانی“ تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو نو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے، تو فاصلہ مذکور دس

کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا ہوا۔ یہ اس دائرہ سطح مقعر کا نصف قطر ہوا۔ اس سے سطح مقعر کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے اور مذہب تک کا فاصلہ اہل رصد کو معلوم نہیں ہو احالاں کہ اہل ہیئت یہ ثابت نہیں کر سکے کہ فلک الافلاک سے اوپر کچھ نہیں اور روایات سے یہ ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں پس اگر فلک الافلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہوگا۔ تو اس کی عظمت کا کیا حساب ہو سکتا ہے۔“ (بیان القرآن، زیر آیت، ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ (توبہ: 129/9))

ثابت ہوا کہ جس طرح ہند کے عرش عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرش عظیم میں بے انتہا فرق ہے اسی طرح ہند کے کل شی اور اللہ تعالیٰ کے کل شی میں فرق ہے۔ حسب ذیل آیات میں اللہ تعالیٰ کے کل شی کا جلوہ دیکھئے، فرماتا ہے:

- ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرہ: 20/2) بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 ﴿وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ﴾ (نصرت: 54) خبردار بلاشبہ وہ ہر شے کو محیط ہے۔
 ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (الحج: 3/57) اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔
 ﴿وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الانعام: 164/6) وہ ہر شے کا رب ہے۔
 ﴿إِنَّ اللَّهَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الزمر: 62/39) اللہ ہر شے کا خالق ہے۔
 ﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَقَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق: 12/65) اور بے شک اللہ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔
 ﴿فَسُبْحَنَ الَّذِي يَبْدِئُ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (یس: 83/36) پاک ہے وہ ذات جس کے دست قدرت میں ہر شے کا قبضہ ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے ”کُلُّ شَيْءٍ“ میں غور فرمائیے اور بعض کا مفہوم لیتے ہوئے یہ دیکھ لیں کہ وہ کون سی شے ہے جس کا وہ خالق، جس کو وہ محیط، جس کا اس کو علم، جس پر اس کو قدرت اور جس کا وہ رب نہیں؟ جب ان آیات میں ”کُلُّ شَيْءٍ“ سے مراد ”کُلُّ شَيْءٍ“ ہی ہے بعض نہیں۔ تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ سے مراد بھی ”کُلُّ شَيْءٍ“ ہی ہے بعض نہیں۔ جب قرآن میں ”کُلُّ شَيْءٍ“ کا روشن بیان ہے اور حضور ﷺ قرآن کے اکمل عالم تو بلاشبہ ”کُلُّ شَيْءٍ“ کے عالم ہوئے۔

رہا بعض مفسرین کا بعض علم غیب فرمانا تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بعض ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا بعض علم غیب عطا فرمایا۔ منکرین و مخالفین والا بعض نہیں، ان کا تو بعض نہیں بلکہ بغض ہے جس کا بیان ابھی چند

سطور کے بعد آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا بعض، ”کُلُّ شَيْءٍ“ اور تمام مخلوقات کے علم سے بھی بہت بڑا ہے۔ چنانچہ ”صحیح بخاری شریف“ میں ہے کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کے سامنے ایک چڑیا نے دریا میں سے اپنی چونچ بھری تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا تمہارا اور تمام مخلوقات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے اتنا ہی ہے جتنا کہ دریا کے پانی کے سامنے اس چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔

اسی لیے علمائے عظام نے ”کُلُّ شَيْءٍ“ کو بھی لامتناہی قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم تو غیر متناہی بے حد و حساب ہے۔

اب ذرا لگے ہاتھ مخالفین و منکرین کا بھی بعض علم غیب ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ ایک شخص اشرف علی تھانوی سے پوچھتا ہے کہ: ”زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس معنی کہ عالم الغیب خدا تعالیٰ کے ہو کوئی نہیں ہو سکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب تھے، زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟“ بلفظہ۔

اس کے جواب میں تھانوی اپنے رسالہ ”حفظ الایمان“ کے صفحہ 7 پر فرماتے ہیں: ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو نہ عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔“ بلفظہ

اگرچہ اس بات کا غایت کا مفہوم بالکل واضح ہے لیکن پھر بھی مختصری تشریح کر دی جاتی ہے تاکہ کوئی اشتباہ نہ رہے۔ خلافت شیعہ کا موقف تھانوی کے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟“

اس میں تھانوی نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں کل علم غیب اور بعض علم غیب پہلی قسم کل علم غیب کا حضور ﷺ کے لیے ثابت ہونا عقلاً و نقلاً باطل ٹھہرایا، چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے، اب رہ گئی دوسری قسم یعنی بعض علم غیب تو اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ اس کو انہوں نے تسلیم تو کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیوں کہ ایسا علم غیب جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہے ایسا تو زید و عمر و عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی و مجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور تمام پاگلوں کو بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چار پاؤں کو بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم

الغیب کہا جائے۔ یعنی چوں کہ ہر شخص کو کسی پوشیدہ چیز کا علم ہوتا ہے لہذا اس کا علم نبی اکرم ﷺ جیسا ہو گیا، تو جس طرح زید نبی اکرم ﷺ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ سب کے متعلق یہی عقیدہ رکھے اور سب کو عالم الغیب کہے۔

بریں عقل و دانش بباہر گریست

اسی عبارت پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کا فتویٰ دیا اور عرب و عجم کے علمائے اہل سنت نے اس فتوے کی تصدیق کی اسی وجہ سے یہ لوگ ان کو اور ان کے معتقدین کو ہر ممکن انتہا پہنچانے اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے کاش یہ لوگ حضور سید الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، حبیب کبریا باعہ ارض و سما، عالم ماکان و ما یكون حضرت احمد مہدیؑ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و عظمت کو سامنے رکھ کر تھانوی کے ان الفاظ میں غور کرتے:

”اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“

بالشبہ اس ناپاک عبارت میں حضور سید عالم ﷺ کی صریح توہین ہے اور آپ کی توہین صریح کفر ہے۔ اشرف علی تھانوی کے معتقدین کہتے ہیں کہ ”یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں ہے، تم سمجھتے نہیں ہو، وہ تو ”حکیم الامت“ تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔“ یعنی یہ جواب ہو گیا۔

ان لوگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ اگر واقعی تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں ہے تو ازراہ کرم عبارات ذیل پر نہایت مختصر جواب لے کر لیں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

پھر یہ کہ کسی بہت بڑے دیوبندی عالم کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علم۔ اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں اس دیوبندی عالم کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو ہر گدھے ہر کتے ہر سؤر اور ہر آلو کو بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ذات پر حکومت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب

امر یہ ہے کہ اس حکومت سے مراد بعض حصص زمین پر حکومت ہے یا کل زمین پر۔ اگر بعض پر حکومت مراد ہے تو اس میں مجسٹریٹ صاحب ہی کی کیا تخصیص ہے ایسی حکومت تو ہر چوہے کو اپنے سوراخ پر، ہر لومڑی کو اپنے بھٹ پر بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔

تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ ان عبارات میں اس بہت بڑے عالم اور مجسٹریٹ صاحب کی توہین ہے یا نہیں، اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی کی اسی قسم کی عبارات میں حضور سید عالم ﷺ کی توہین ہے یا نہیں، اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو ازراہ کرم ان عبارات پر پانچ مستند غیر جانبدار مہصف مزاج علماء کرام اور پانچ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحبان کے دستخط کروادیں اور وہ لکھ دیں کہ ان عبارات میں بہت بڑے عالم صاحب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی کوئی توہین نہیں ہے، حقیقت واضح ہو جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ

قارئین حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ ہمیں تھانوی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت و عناد نہیں ہے چوں کہ حضور سید عالم ﷺ کی عزت و عظمت کا مسئلہ تھا لہذا یہ چند سطور لکھ دیں، آپ ﷺ کی توقیر ہم پر واجب ہے اور ہمارے نام اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہوں گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَاءَ
كُمۡ وَاٰخُوْا كُمۡ اَوْلِيَّآءَ اِنْ اسْتَحَبُّوْا
التَّحَفُّظَ عَلٰى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ

(آیہ 23/9)

(دوسرے مقام پر فرمایا)

اَلَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ
اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ
فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوْحٍ
مِّنْهُ ط وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنَّٰتٍۭ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَاۤ اَلْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ
اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے اللہ و رسول کی مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کیدلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن

اللَّهُ طَّالَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ (المجادلہ: 22/58)

کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے
وہ ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ
سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں سن
لو بلاشبہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے صراحتہ ثابت ہوا کہ مومن ان لوگوں سے کبھی دوستی نہ کرے گا جو ایمان پر کفر
پسند کریں اور اللہ و رسول کی جناب میں گستاخیاں کریں یا ان کی مخالفت کریں، خواہ وہ کتنے ہی قریبی یا عزیز
یا محبوب کیوں نہ ہوں اور پھر اگر ان کی گستاخی، ان کے کفر پر مطمع ہو کر بھی ان سے محبت یا دل میں ان کی
عظمت رکھے تو وہ مسلمان نہیں بلکہ ظالم ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا﴾ (الف: 18/65) اور ہم نے اس (خضر) کو اپنا علم لدنی عطا کیا
اس آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر ابن جریر“ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
ہے فرمایا: کہ وہ مرد (خضر علیہ السلام) غیب جانتے تھے۔

اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر بیضاوی“ میں ہے: (وہ علم لدنی جو اللہ نے ان کو سکھایا) وہ علم غیب ہے۔
اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر روح البیان“ میں ہے: وہ علم لدنی غیبوں کا علم ہے۔
اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر خازن“ میں ہے: یعنی وہ علم باطن ہے جو الہام کیا گیا۔
اسی آیت کریمہ کے تحت ”تفسیر مدارک“ میں ہے: یعنی ان کو غیب کی خبریں عطا فرمائی گئی ہیں۔
اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا۔
ان آیات اور تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
کو بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے، آپ کا سینہ اقدس علوم غیبیہ کا خزانہ تھا۔
رہیں وہ آیات مبارکہ جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، مثلاً

﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (الانعام: 59/6) کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب
نہیں جانتا۔
﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا
هُوَ﴾ (الزلزلہ: 65/27) اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں
اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ان سے بالذات علم غیب یعنی ذاتی طور پر بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے جاننا مراد ہے اور ہمارا اس پر
ایمان ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ جو شخص کسی غیر خدا کے لیے بالذات

علم غیب مانے وہ کافر ہے۔

اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو چند خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً بعض آیات سے علم غیب کا اثبات اور بعض
سے نفی ثابت ہوتی ہے اگر آیات نفی پر ایمان لا کر آیات اثبات کا انکار کیا جائے تو یہ کفر ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ
بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ
مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَبُؤْسُ الْقِيَمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ
الْعَذَابِ﴾ (البقرہ: 85/2)

تو کیا تم کتاب الہی کے بعض حصے پر ایمان
لا تے اور بعض سے کفر کرتے ہو تو جو تم میں
سے ایسا کرے اس کی کیا سزا ہے سو اس کے
کہ دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن
سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔
اور اگر آیات نفی و اثبات پر ایمان لا کر ذاتی علم اور عطائی علم کی تفریق نہ کی جائے بلکہ ایک ہی قسم کا
علم غیب مان جائے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے اور قرآن میں تناقض محال ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا
فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ (النساء: 82/4)

اگر یہ کتاب غیر خدا کی ہوتی تو اس میں ضرور
اختلاف پاتے۔
حق یہی ہے کہ آیات نفی و اثبات دونوں پر ایمان لایا جائے اور تطبیق یوں دی جائے کہ نفی بھی حق اور
اثبات بھی حق یعنی علم غیب ذاتی کی یعنی بغیر عطائے الہی کوئی نہیں جانتا اور اثبات ہے علم غیب عطائی کا
اللہ تعالیٰ کی عطائے اس کے حبیب حبیب حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ علم غیب جانتے تھے۔ لہذا جو علم
غیب عطائی کا منکر ہو وہ بوجہ ان آیات قطعاً کافر ہے کیوں کہ مومن کسی آیت کریمہ کا انکار نہیں کرتا بلکہ
مبارک قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔

احادیث مبارکہ:

حضرت عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب
عز و جل کو احسن صورت میں دیکھا۔ رب نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقررین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں؟
میں نے عرض کی مولا! تو ہی خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا، پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا بے مثل ہاتھ
میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصول فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے
درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور نے اس کے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبر دیں گے۔ (بخاری، ص 1/77، مسلم، ص 2/263)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بار بار فرمایا، پوچھو، پوچھو! بعضوں نے چند سوالات کیے۔ حضور نے جواب دیا اور حضور ﷺ بہت جوش میں تھے۔ چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے۔ حضرت عمر فاروق گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا: رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ (ﷺ) نَبِيًّا وَرَسُولًا پھر حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔

ان احادیث کے الفاظ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ سے ثابت ہوا کہ کوئی شے بھی حضور ﷺ کے علم سے خارج نہیں کیوں کہ شے نکرہ ہے اور نکرہ چیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ کتب اصول میں مبرہن ہے۔ ان صحیح احادیث سے صراحتہ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو مخلوق کی ابتداء سے لے کر دخول جنت و نار تک کا سارا تفصیلی علم حاصل تھا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز حضور ﷺ کے سینہ اقدس کا پورا علم نہیں بلکہ حضور ﷺ کے علم سے ایک تھوڑا سا حصہ ہے۔ امام شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) بے شک دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوح محفوظ اور قلم کا علم آپ کے علم میں سے ایک علم ہے۔ (قصیدہ بردہ شریف)

اسی شعر کے تحت امام ملا علی قاری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں: اور لوح محفوظ آپ کے علم کے دریاؤں میں سے ایک نہر اور آپ کے علم کی سطروں میں سے ایک حرف ہے۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ ”فتوحات احمدیہ“ میں فرماتے ہیں: اور آپ ﷺ کا علم تمام جہانوں جن و انس اور ملائکہ کے علوم کو گھیرے ہوئے ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر مطلع فرمایا اور انگوٹوں پچھلوں کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب سکھا دیا۔

علامہ خرپوٹی ”شرح قصیدہ“ میں فرماتے ہیں: بلاشبہ تمام انبیائے کرام نے حضور ﷺ کے اس کرم میں سے جو تیز بارش کی طرح ہے مانگا اور لیا کیوں کہ آپ فیض دینے والے اور تمام انبیائے کرام فیض لینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی روح کو پیدا فرمایا اور اس میں تمام انبیاء اور ماکان و مایکون کے علوم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا تو انہوں نے اپنے علوم آپ سے لیے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلاشبہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام میں یہ مشہور و معروف تھا کہ

آپ کو غیبیوں پر اطلاع ہے۔ (زرقانی علی المواہب، ص 7/255)

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور بلاشبہ متواتر احادیث اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کو غیب پر اطلاع ہے۔ (زرقانی علی المواہب، ص 7/198)

علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ ”تفسیر صاوی“ میں فرماتے ہیں: جس پر ایمان الانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع غیوب جو دنیا و آخرت میں ثابت ہونے والے تھے سکھا دیئے آپ ان کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ وہ ہیں بہ عین یقین۔ (ص 2/104)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو علم غیب اللہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہے اس پر اللہ اپنے خاص رسواں کو مطلع فرماتا ہے۔ (مکتوبات شریف، ص 1/310)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں آپ نے اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور اس کی صفات اور اس کے اسماء و افعال و آثار اور جمیع علوم اول و آخر باہر و باطن کا احاطہ فرمالیا ہے اور وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہوئے۔ آپ پر اسل صلوات اور اس پر اتسحیات ہوں۔ (مدارج النبوة، ص 3)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو تمام عالم پر مطلع فرمایا تو آپ نے اولین و آخرین کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا سب جان لیا۔

(شرح ام القری، خالص الاعتقاد، ص 3)

علامہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلاشبہ وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرمادیا۔ (تج النبایہ، خالص الاعتقاد، ص 50)

علوم خمسہ: قیامت کب آئے گی مینہ کب، کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ کل کیا ہوگا اور فلاں کہاں مرے گا۔ ان پانچوں علوم کے متعلق علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ بے شک ہمارے نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ ان پانچوں علوم پر بھی آپ کو مطلع کیا گیا لیکن ان کے چھپانے کا حکم ہوا۔ (تفسیر صاوی، ص 3/244)

علامہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پانچوں علوم کا اگرچہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھا دے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا اور خبر دینے والا ہے اور خیر بمعنی خبر ہے۔

(تفسیرات احمدیہ، ص 397)

سیدی امام عبدالوہاب الشحرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور آپ ﷺ کو کل شئی کا علم دیا گیا ہے حتیٰ کہ روح اور ان پانچ غیبوں کا بھی جن کا بیان آیہ ”إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ“ میں ہے۔

(کشف الغمہ، ص 2/57)

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز حسنی رحمۃ اللہ علیہما سے راوی ہیں: یہ پانچوں غیب جو آیہ شریفہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز حضور ﷺ پر مخفی نہیں اور یہ کیوں کر مخفی رہیں جب کہ آپ کی امت کے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں حالاں کہ ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر آپ ﷺ کا کیا کہنا جو اولین و آخرین کے سردار اور ہر چیز کے سبب اور ہر شے انہیں سے ہے۔ علامہ ابراہیم بنجوری شرح قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں: نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچوں غیبوں کا علم بھی دے دیا۔

حافظ الحدیث علامہ احمد سلجما سی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ غوث زماں حضرت سید عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

کہ علماء ظاہر مجتہدین وغیرہ مسئلہ علوم خمسہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو ان کا علم تھا دوسرا انکار کرتا ہے اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ غیب کیوں کر مخفی رہ سکتے ہیں حالاں کہ آپ کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف کرتے ہیں) وہ تصرف نہیں کر سکتے جب تک ان پانچوں غیبوں کو نہ جان لیں۔

(الاجوبہ، ص 283)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العزیز دفتر ثالث مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”گر چہ ہر غیب خدا مارا نمود دل در اس لحظہ بحق مشغول بود اگر چہ خدا تعالیٰ نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا مگر اس وقت میرا قلب مبارک مشاہدہ جمال حق میں مستغرق و مشغول تھا۔“

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر جب صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو اسے علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی مجھ پر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس سے فائز ہوا کہ بندہ کیوں کر اپنی جگہ سے مقام قدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ واقعہ معراج میں آپ نے اس مقام سے خبر دی۔ (فیوض الحرمین، ص 59)

یہی شاہ صاحب فرماتے ہیں: عارف مقام حق تک پہنچ کر بارگاہ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ (فیوض الحرمین، ص 61)

انہی شاہ صاحب نے ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۃ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے پھر لکھا کہ یہ استیلاء انبیاء علیہم السلام میں تو ظاہر ہے۔

رہے غیر انبیاء ان میں وراثت انبیاء کے منصب ہیں جیسے مجتہد دہونا، قطب ہونا اور ہر علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔ (فیوض الحرمین، ص 93)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت آنکھوں کے بیان اور ایک اسی سینہ اقدس کے بیان میں گزر چکی ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے علم غیب کے متعلق لکھا اور اعتراف کیا ہے۔ یہ تیسری عبارت اولیاء کرام کی شان میں ہے فرماتے ہیں: یعنی لوح محفوظ پر مطلع ہونا اسے دیکھنا اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (تفسیر عزیزی سورہ جن) حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا نہیں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے۔ (شائمہ، ص 175، امداد المتعاق، ص 76)

جناب محمد قاسم نقوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں: علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم ہر حال اللہ ﷺ میں مجتمع ہیں۔ (تذریع الناس، ص 4)

نبی ﷺ نے فرماتے ہیں: جناب سرور کائنات علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہر پلہ بشر سے مخفی البشیر خدا کے مظاہر نظر تھے۔ خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا بلکہ کمالات علم جو اول درجے کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ اس دعوے کے لیے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا نکلا۔ (فیوض قاسمیہ، ص 42)

حسین احمد اجدوہیا ہاشمی جن کو مدنی بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں: علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہ و اسرار حقانی کوئی وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا اور ماسوا اس کے جتنا کمالات ہیں سب میں بعد خداوند اکرم عز اسمہ، مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ کا ہے کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم و دیگر کمالات میں نہیں۔ (اشباب الثاقب، ص 67)

مسئلہ علم غیب کے متعلق یہ مختصر سا مضمون ہدیہ ناظرین ہے، امید ہے کہ اس سے ان شاء اللہ بہت

کچھ مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔“ (ذکر جمیل، ص 302 تا 332؛ طبوعہ نیا باقر آں پبلی کیشنز، لاہور)

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نور رحمتہ اللہ علیہ کا یہ واقعہ ماہنامہ استقامت، کانپور، انڈیا کے مفتی اعظم نمبر شمارہ مئی 1983ء میں درج ہے، ملاحظہ ہو:

”حضرت نظام الدین اولیا، محبوب الہی (رحمتہ اللہ علیہ) کے عرس میں شرکت کے لیے آپ دہلی تشریف لے گئے تو کوچہ چیلان میں قیام کیا۔ وہاں ایک بدعتیہ شخص آپ سے علم غیب کے مسئلے پر الجھ پڑا۔ صاحب خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مؤدبانہ گزارش کی: ”حضور یہ کج بحث ہیں ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔“ مفتی اعظم نے اپنے میزبان سے کہا: ”یہ اس وقت تمہارے گھر پر تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنا چاہیے۔“ مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سنی ہی نہیں اس لیے اثر بھی قبول نہیں کیا، یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہتے ہیں اور وہ بھی ان سنی کردی جاتی ہیں، آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا، حاضرین بھی خاموشی سے سنیں۔ مولوی سعید الدین انبالوی نے سوا گھنٹے تک یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور اکرم ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی دلیل تم اپنے مؤقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کر لو۔“ مولوی صاحب پھر جوش تقریر میں آ گئے اور پھر آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا: ”پس یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔“ تم اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کر لو۔

(حضرت مفتی اعظم نے فرمایا): ”حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا تھا، آپ اس کے رد میں وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے، اب اگر نہایت سخت دلائل بھی سن لیں۔“

مولوی صاحب نے برہم ہو کر کہا کہ ”میں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رہی ہیں، مجھے سب معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے۔“

آپ نے بڑے تحمل سے کہا: ”مولوی صاحب! یہ وہاں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں؟“

”میں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا،“ مولوی صاحب نے تیز آواز میں کہا۔

(مفتی اعظم نے فرمایا): ”اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا، میرے چند سوالات سن تو لو۔

میں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سنے ہیں۔“

آپ کی بات سن کر مولوی صاحب بادل نا خواستہ خاموش ہو گئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا۔ کیا کسی سے قرض لے کر روپوش ہو جانا جائز ہے؟ کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہو کر اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑا جاسکتا ہے؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لے کر حج“ ابھی آپ نے

اپنا سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑتے ہوئے کہا: بس کیجئے حضرت مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ بات آج میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ رسول کریم ﷺ کو علم غیب حاصل تھا اور نبی مکرم (ﷺ) کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہیے ورنہ منافقین، مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتادی ہیں جو یہاں کوئی نہیں جانتا تو بارگاہِ علیم سے سرور کائنات ﷺ پر کیا کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے۔ مولوی صاحب اسی وقت تائب ہو کر مفتی اعظم سے بیعت ہو گئے۔“ (ص 203 تا 206)

رسول کریم ﷺ کی نعت شریف میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں درو

مقرنین نے ایک آیت یہ نقل کی ہے: ﴿لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (الزمر: 63/39) (وہ ترجمہ لکھتے ہیں): آسمانوں اور زمین کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں۔“

بیان القرآن میں اشرف علی تھانوی یوں ترجمہ کرتے ہیں: ”اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی۔“ شبیر احمد عثمانی حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں: ”مطلب یہ کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ ہی ان میں سے جس خزانے کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے۔ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلات ادراک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پاسکے۔“ (ص 174)

بخاری اور مسلم میں ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ۔ (مسلم: 5976)

دوسری روایت میں ہے: اُوْتِیْتُ خَزَائِنَ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِیْ یَدَیْ۔ (بخاری و مسلم)

مسند احمد میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ کُلِّ شَیْءٍ۔ یہ روایت ”طبرانی“ اور ”خصائص کبریٰ“ میں بھی ہے۔

مقرنین ذرا غور فرمائیں: کسی محفل میں بانی محفل یہ اعلان کرے کہ شرکائے محفل میں عربی جاننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ اسی محفل میں ایک شخص اٹھے اور اپنی عربی دانی کا نہایت عمدہ اور واضح مظاہرہ کر دے تو بانی محفل پر اعتراض ہو جائے گا کہ اس کا اعلان نا درست تھا۔ مقرنین سے عرض ہے کہ یہ مثال صرف سمجھنے کے لیے ہے، وہ بتائیں کہ رسول کریم ﷺ کے ان صحیح ارشادات کو وہ کیا کہیں گے؟ بات وہی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کی عطا سے رسول کریم ﷺ کو کمالات و اختیارات حاصل ہیں یہی اعلیٰ حضرت

مجدد بریلوی علیہ الرحمہ اور تمام اہل سنت کا مؤقف ہے۔

مزید ملاحظہ ہو: ”بیان القرآن“ میں خود معترضین کے تھانوی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیان میں لکھا ہے: ”ہم نے بوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی (کہ اس سے گھوڑوں سے استغنا ہو گیا) اور بختات کو بھی ان کا تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لیے غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے بختات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (غالباً جو خدمات مفوضہ سے گریزا اس میں کوتاہی کرتا ہو اس کو قید کی سزا ہوتی ہوگی کما قال ابن کثیر پس ان بختات سے آدمیوں سے جن میں سوار بھی آگئے استغنا ہو گیا اور سب سلاطین کو ان سے پست اور مغلوب کر دیا اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دویا نہ دو تم سے کچھ دار و گیر نہیں (یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا جاتا جیسا دوسرے ملوک خزائن ملک کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنادیا ہے مالکانہ تصرفات کے متنازع ہو تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخیر لازم نہیں آتی) اور (علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں ان کو عطا ہوا تھا) ان کے لیے ہمارے یہاں (خاص) قُرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے (جس کا ثمرہ پورے طور سے آخرت میں ظاہر ہوگا)۔“ (ص 889)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”یعنی کسی کو بخشش دویا نہ دو تم متنازع ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور محاسبہ حساب معاف کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی منت سے نوکرے بنا کر۔“

(ص 591، بیان القرآن، شبیر احمد عثمانی)

معترضین اس بات پر بضد ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بفضلہ تعالیٰ کوئی علم غیب، اختیار قدرت و کفایت، کوئی خصوصیات اور فضل و کمال حاصل نہیں تھا، وہ مالک و متنازع نہیں تھے، وہ فریادری نہیں کر سکتے تھے۔ (معاذ اللہ)۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سیکڑوں ارشادات اور واقعات جو اصحاب نبوی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حوالے سے احادیث کی اور دیگر مستند کتابوں میں درج ہیں، انہیں کیا کہا جائے؟ معترضین شاید یہ جانتے ہوں کہ انکار حدیث یا اہانت حدیث کتنا سنگین جرم ہے۔

ان معترضین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی قرآن میں شاید نہیں دیکھا، شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے غلبہ روحیت، تجرد اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ان کا ”روح اللہ“ سے ملقب ہونا، بچپن، جوانی اور کبولت میں یکساں کلام کرنا، خدا تعالیٰ کے

حکم سے افاضہ حیات کے قابل جسد خاکی تیار کر لینا، اس میں باذن اللہ روح حیات پھونکنا، مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنادینا، حتیٰ کہ مردہ لاشہ میں باذن اللہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا، بنی اسرائیل کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر آپ کا آسمان پر اٹھالیا جانا اور آپ کی حیات طیبہ پر اس قدر طول عمر کا کوئی اثر نہ ہونا وغیرہ یہ سب آثار اسی تعلق خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں جو رب العزت نے کسی مخصوص نوعیت و اصول سے آپ کے اور روح القدس کے مابین قائم فرمایا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ کچھ امتیازی معاملات خدا تعالیٰ کے ہوتے ہیں، ان کے علل و اسرار کا احاطہ اسی علام الغیوب کو ہے۔ ان ہی امتیازات کو علماء کی اصطلاح میں ”فضائل جزئیہ“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔“ (ص 163، حلیہ قرآن)

”خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) پر کمالات ملکیت و روحیہ کا غلبہ تھا، اسی کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابوالبشر کو موجود ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ جس میں تمام کمالات بشریہ (جو عبارت ہے مجموعہ کمالات روحانیہ و جسمانیہ سے) اعلیٰ درجہ پر ہوں گے اس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔“

(ص 72، حلیہ قرآن)

مزید لکھتے ہیں: ”آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے جسم پر رکھا جائے گا تو میں اللہ پرندہ بن کر اوپر اڑا چلا جاتا ہے کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللہ کا لطف اطلاق کیا، اس کے جسم سے پیدا ہوا، یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے اور اس کے جسم کا کھلنا کھینچنا پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جائیں، اگر وہ اس موطن کو بے وفادار ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر زندہ اور تندرست رہے تو کیا استبعاد ہے۔“ (ص 74، حلیہ قرآن)

معترضین نے اپنے اسمعیل دہلوی کی کتاب ”صراط مستقیم“ بھی شاید نہیں پڑھی، وہ غیر انبیاء کے لیے جو کچھ لکھتے ہیں ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو: ”اصحاب ایں مراتب عالیہ و ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند و ایں کبار اولی الایدی والا بصار رومی رسد کہ تمامی کائنات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشان رومی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ما است۔“ (ترجمہ: اس اعلیٰ رتبے اور اس منصب (ولایت) کے لوگ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں، ماذون مطلق (کھلی قطعی اجازت دیئے گئے ہیں) ہیں، ان بڑی قدرت اور علم والوں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں، مثلاً یہ (اولیاء) کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے، تو ان کو ایسا

کہنے کا حق ہے۔) (صراط مستقیم، ص 101، از جناب اسماعیل دہلوی)۔ معترضین کے یہی امام اسماعیل دہلوی پھلتی فرماتے ہیں۔ ”و نیز سالک اس سلوک را باید کہ در ادائے حقوق انبیا و اولیا بلکہ سائر مومنین و تعظیم ایشان کوشش بلیغ کند کہ ہمہ ایشان ساعی و شافع وے شوند و سعی و شفاعت انبیا و اولیا پر ظاہر است“..... ”و توے دیگر در عرض حاجات و استعالات مشکلات و طلب مرغوبات و استرداد مکروہات و سعی در شفاعات بنا بر استحکام علاقہ عبودیت و اظہار حاجت کہ شعار بندگی است و بنا بر رحمت بر اہل اضطراب ذوالحاجات چالاک و سرگرم می باشند“..... ”و ہم چنین قوم ثانی را بنظر ظہور مقتضیات علاقہ عبودیت و حصول مقام و رسالت فی مابین الرب و خلقہ در وصول فیوض غیبیہ مجبورناں بسبب سعی ایشان در شفاعات بر قوم اول فضیلت کہ ہست بر نیچ کیے از عقلا پوشیدہ نیست۔“ (صراط مستقیم (فارسی)، ص 138، 162، 163، مطبوعہ در مطبع مجتہائی، دہلی، 1308ھ ص 245، 277، 278، صراط مستقیم مترجم مطبوعہ سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، 1956ء)۔ ترجمہ: نیز اس سالک کو چاہئے کہ انبیا اور اولیا، بلکہ تمام مومنین کے حقوق اور ”تعظیم“ کے ادا کرنے میں انتہائی کوشش کرے کہ وہ سب اس (سالک) کے واسطے ”کوشش اور (سفارش) شفاعت“ کرنے والے ہیں اور ”انبیا و اولیا کی کوشش اور (سفارش) شفاعت“ تو نہایت ظاہر ہے..... اور (دوسری قوم) دوسرا طبقہ عرض حاجات و حل مشکلات (مشکل کشائی) و طلب مرغوبات و دفع مکروہات اور شفاعات (سفارشات) میں سعی و کوشش کرنے میں بنا بر استحکام علاقہ عبودیت و اظہار حاجت کے جو بندہ ہونے کا شعار ہے اور اہل اضطراب اور حاجت مندوں پر رحمت (مہربانی) کرنے کے لیے چست و چالاک اور سرگرم ہوتا ہے..... اور اسی طرح دوسرے طبقے (قوم ثانی) کے لیے عبودیت کے تقاضات ظاہر ہیں اور ”ان کو رب تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان وسیلہ ہونے کا مقام حاصل ہے“ اور ان کی سعی اور شفاعات سے عام لوگوں کو فیوض غیبیہ پہنچتے ہیں اس لحاظ سے دوسرے طبقے کو پہلے طبقہ پر اہمیت حاصل ہے جو کسی بھی حاصل سے پوشیدہ نہیں۔)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اور بعضے خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالت (برزخ) میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کے استغراق میں کمال وسعت مدارک کے سبب کچھ خلل واقع نہیں ہوتا اور وہ استغراق کے متوجہ ہونے کو منع بھی نہیں کرتا اور بہت سے لوگ باطنی کمالوں کو ان ہی سے حاصل کرتے ہیں اور حاجت مند اور غرض والے اپنے اڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پوچھتے ہیں اور ان کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں اور ان کا حال اس وقت میں اس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہے۔

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

(تفسیر مزیدی، ص 4/178)

کتاب ”تذکرۃ الرشید“ میں رشید احمد گنگوہی کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”آپ (گنگوہی) دنیا سے تشریف لے گئے مگر آپ کے تصرفات عالم میں اپنا کام برابر کر رہے ہیں..... اور تصرفات کا دار و مدار چوں کہ متصرف شیخ کے قلب کی قوت اور روحانی طاقت پر ہے اس لیے بعض اہل اللہ کے تصرفات اس درجہ بڑھ گئے ہیں کہ جو افہام اس مضمون سے بالکل بے بہرہ ہیں ان کو یقین آنا بھی محال ہے اور بات بھی درست ہے جو شخص حواسِ خمسہ کے علاوہ اس اندرونی چھٹے حاسہ سے آگاہ ہی نہیں وہ اس کے تصرفات کو کیا جانے۔ (ص 2/151) خود گنگوہی فرماتے ہیں: ”تصرفات و کرامات اولیاء اللہ بعد ممات بجاں خود باقی می ماند بلکہ در ولایت بعد موت ترقی می شود حدیثی کہ ابن عبد البر نقل کردہ شاہد است۔“ (اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے تصرفات، ان کی وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی رہتے ہیں، بلکہ ولایت میں وفات کے بعد ترقی ہو جاتی ہے، اس کی گواہی ابن عبد البر کی نقل کی ہوئی حدیث سے ہوتی ہے)۔ (تذکرۃ الرشید، ص 2/252، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

معترضین مزید ملاحظہ فرمائیں: محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب ”قصائد قاسمی“ کے ”قصیدہ بہار یہ در نعت

صلوات اللہ علیہ میں کہتے ہیں:

”مجھ کو تیری باتیں نہیں سمجھتا تیرے کوئی کمال

تیرے کمال میں تیرے حجاب بشریت

تیرے کمال کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے

میرے مہ و خود ذرے تیرے کوچہ کے

جو دیکھیں اسنے کمالوں یہ تیری یکمائی

گرفت ہو تو تیرے ایک بندہ ہونے میں

خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب

جہان کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں

پہنچ سکا تیرے رتبہ تک نہ کوئی نبی

سوا خدا کے بھلا تجھ کو کیا کوئی جانے

ظلیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی

فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی

بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار

تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

مُعَلِّمُ الْمَلَکُوتِ آپ کا سگ دربار

رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار

جو ہو سکے تو خدائی کا ایک تیری انکار

خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار

تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

ہوئے ہیں مجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

تو شمس نور ہے شہرِ نمط اولوالابصار

بجا ہے کہنے اگر تم کو مہدِ الانوار

زمین پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
فلک پر سب سہی پر ہے نہ ثانی احمد
چراغِ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے
تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
یہ ہے اجابت حق کو تیری کا دعا کا لحاظ
خدا تیرا تو جہان کا ہے واجب الطاعت
قضا کو تیری یہ خاطر مگر تجھے وہ ہے
جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
تیرے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت
یہ سن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں

جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہوے بیڑا پار
زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار
زبان کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوہ دیدار
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار
قضاء مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار
جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار
قضاء حق سے نیاز اور نیاز کا اقرار
نصیب ہوتی نہ دولت و جود کی زہار
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار
گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار
کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

(ص 74، مطبوعہ مطبعہ پھائی، دہلی، 1309ھ)

اشرف علی تھانوی کے استاد اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس محمود حسن دیوبندی لکھتے ہیں: ”آپ (علیہ السلام) اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم، مگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں اللہ آپ (علیہ السلام) اصل میں مالک ہیں۔“ (ص 9، اولہ کاملہ، مطبوعہ کتب خانہ اعجازیہ، دیوبند ضلع سہارن پور)

وہ مزید لکھتے ہیں: ”علت ملک قبضہ تامہ ہے..... حاکم من وجہ قبضہ نائب خدا ہے چنانچہ ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ اس پر شاہد ہے..... اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ بے قبضہ ملک نہیں کیوں کہ اول ملک اسی سے پیدا ہوتی ہے۔“ (ص 11)

اشرف علی تھانوی کی مرتب کتاب ”قربات عند اللہ و صلوات الرسول“ (مطبوعہ تاج کمپنی،

لاہور) میں تھانوی صاحب کے ان استاد کے لیے شجرہ میں یہ شعر درج ہے:۔

”فبسیدی مولائی محمود حسن ممدوح اہل الحمد والإحسان“ (ص 210)

”نشر المطیب فی ذکر النبی الحبيب علیہ الصلوٰۃ والسلام من اللہ القریب الحبيب“، مطبوعہ دارالاشاعت،

دیوبند کے ص 193 میں جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

”هذا وقد ملک الدنيا باجمعها فردہ الزهد عنها وهو مقتدر
یہ حالت اس پر تھی کہ آپ (علیہ السلام) تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ (علیہ السلام) کو دنیا سے
باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ (علیہ السلام) مقتدر رکھتے تھے۔“

محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب ”آب حیات“ (مطبوعہ مطبع قدیمی دہلی، 1936ء) کے ص 186 میں
لکھتے ہیں: ”دوسرے رتبہ میں رسول اللہ صلعم (علیہ السلام) کی مالکیت سمجھئے کیوں کہ اول تو رسول اللہ صلعم (علیہ السلام) مختصین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم کے لیے ہیں..... رسول اللہ صلعم (علیہ السلام) کا
مالک ارواح مومنین ہونا..... پھر جب آپ کی ملک اوروں کی ملک سے اقوی ہوئی..... بحکم وساطت عروض
وجود روحانی ارواح مومنین جب مملوک رسول اللہ صلعم (علیہ السلام) ہوئیں تو ثمرات ان کے یعنی حرکات ارادہ اپنے
آپ مملوک رسول اللہ صلعم (علیہ السلام) ہوں گی۔“

معرضین کو ان کے اپنے ہی تھانوی کی کتاب ”الکشف عن مہمات التصوف“ دیکھنے کا ”شرف“ بھی
نہایت نہیں ملا۔ ”یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا“ کا جواب بھی وہ انہی سے ملاحظہ فرمائیں: تھانوی
صاحب لکھتے ہیں: ”معنی اتصال واتحاد۔ جاننا چاہیے کہ اتصال واتحاد تین معنی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ ایک
معنی اقوی کہ دو چیزوں کی ذات کا ذاتاً بجانا ایک ہو جانا یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال عقلی و نقلی ہے اور قائل
ہوئے اللہ تعالیٰ کا خداوند ہے۔ دوسرے معنی اصطلاحی جس کو عینیت کہتے ہیں یعنی ایک شے کا ممتنع اور محتاج الیہ
و مقبوض علیہ ہونا اور دوسرے کا محتاج و تابع و موقوف ہونا ایسا علاقہ تمام مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے جیسا ایک
جملہ اس کی مثال بحث آچکی ہے۔ تیسرے معنی عرفی یعنی محبت و محبوبیت کا تعلق خاص دو شخصوں میں ہونا، یہ
ملاقات خاص جہاں الہی کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔“ (ص 173، مطبوعہ سجادہ بلشرز، لاہور 1960ء)

محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب ”آب حیات“ میں لکھتے ہیں: ”کوئی صفت کسی موصوف میں بالذات
ہوتی ہے اور کسی موصوف میں بالعرض۔“ (ص 6)۔ مزید لکھتے ہیں: ”چوں کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہے سوا
اس کے جو مالک ہے مالک مجازی اسی ایک ملک مستعار پروردگار کی طرف سے حاصل ہے تو اس صورت میں
خلافت لگے گی چنانچہ ”إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً“ جو جمع انحاء خلافت کو شامل ہے خلافت ملک ہو یا
خلافت حکم وغیرہ اس خلافت ملک اموال کی طرف جو ایک نحو خاص کی خلافت ہے اشارہ بھی موجود ہے واللہ
اعلم اور یہ ظاہر ہے کہ خلیفہ کسی کا وہی ہوتا ہے جو اس کا کام کر سکے۔“ (ص 18)

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں
کہ حضرت شیخ محقق کو روزانہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت ہوتی تھی، وہ صاحب حضور تھے۔ (افاضات یومیہ ص
6، حصہ 7)۔ وہ شیخ محقق فرماتے ہیں: ”آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) متولی امور مملکت الہیہ و گماشتہ درگاہ عزت بود

کہ تمام امور احکام کون و مکان بوسے مفوض بود کلام دائرہ مملکت و اسع تر از دائرہ مملکت و سلطنت وے بود
 ﷺ (بوع المصنعات، ص 1/644)۔ (ترجمہ) آں حضرت ﷺ مملکت الہیہ کے متولی اور درگاہ عزت
 باری تعالیٰ سے اس پر مقرر تھے کہ کون و مکان کے تمام امور و احکام کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ کسی کا دائرہ
 مملکت آپ ﷺ کے دائرہ مملکت و سلطنت سے وسیع ہو سکتا ہے؟ اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:
 ”وقدرت و سلطنت وے ﷺ زیادہ بران بود، ملک و ملکوت جن و انس تمامہ عوالم بہ تقدیر تصرف الہی
 عز و جل در محیط قدرت و تصرف وے بود۔“ (بوع المصنعات، ص 1/432، مطبوعہ نول کشور، 1935ء)۔ (ترجمہ)
 اور قدرت و سلطنت آپ ﷺ کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر تھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر و تصرف
 سے ملک و ملکوت، جن و انس اور تمام جہان آپ ﷺ کے قدرت و تصرف کے احاطے میں ہیں۔

”الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ“ لقا ضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: ”من لم
 یرو لایۃ الرسول علیہ فی جمیع الاحوال، ویر نفسہ فی ملکہ ﷺ لایذوق حلاوۃ سنتہ۔“
 (ص 272، مطبوعہ دار الحدیث، القاہرہ) جو تمام احوال میں رسول کریم ﷺ کو اپنا والی اور خود کو نبی کریم ﷺ کی
 ملک نہ جانے وہ ان کی سنت کی حلاوت (مٹھاس، لذت) سے ہرگز خبردار (فیض یاب) نہ ہوگا۔

اور ”نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض“ (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت) کے
 ص 4/418 میں ہے: ”الولایۃ بکسر الواو وفتحها بمعنی نفوذ حکمہ و سلطانہ حتی کانہ
 مملوک لہ۔“ ولایت واؤ کی زیر اور زبر کے ساتھ اس معنی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم اور ان کی
 بادشاہی کو خود پر نافذ کر لے یہاں تک کہ خود کو ان کی ملک مانے۔

”گل زار معرفت“ (مطبوعہ نوبائی دہلی، 1328ھ) میں جناب حضرت حاجی احمد علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اچھا ہوں یا بُرا ہوں غرض ہوں جو کچھ ہوں پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یا رسول
 کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیان و جرم سے تم برا شفیع ہو جس کا مددگار یا رسول
 مزید فرماتے ہیں:

”جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
 پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
 شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم تمہیں چھوڑاں کہاں جاؤں بناؤ یا رسول اللہ
 خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ“
 مزید ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”آپ کے بخشش و انعام کی کچھ حد ہی نہیں ہے قلیل آپ کا بس اور کی تکثیر عبث

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو دیکھتے ہو جو مہ و خورشید کی تنویر عبث
 آپ کے رتبہ عالی کا بیان ہو کس سے عرش کی اس کے مقابل میں ہے توقیر عبث
 عرش بریں پر آپ ہیں زیر زمیں ہوں میں مانا کہاں سے ہو کہ کہیں تم کہیں ہوں میں“
 (ص: 6، 7، 12، 14)

”مثنوی تحفۃ العشاق“ (مطبوعہ راشد کپٹی، دیوبند) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی عالیہ الرحمہ
 فرماتے ہیں:

”حمد و محمود ممدوح خدا احمد مرسل محمد مصطفیٰ
 بے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی
 روشنی عرش نور لامکاں شمع بزم عالم کون و مکاں
 راحت و روح روان کائنات زندگانی پرور جان حیات
 باعث ایجاد عالم ہے وہی موجب بنیاد آدم ہے وہی
 گر نہ پیدا وہ شاہ نکو یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا مکین نہ تو
 ہے وہ سراپا وجود کائنات دونوں عالم سے ہے مقصود اس کی ذات
 ہے وہ بے شک میوہ نخل وجود اول و آخر وہی اصل وجود
 ہے یہ سب اس کے لئے اے نیک بخت واسطے پھل کے ہی بوتے ہیں درخت
 کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر کب ثمر ہی اول و آخر ہوا
 پس ثمر سے یہ شجر ظاہر ہوا ہے وہ اول وہی آخر سر بسر
 ہے وہی شاہ جہاں سب اس کے خیل ہے وہی مقصد کل باقی طفیل
 بڑھ تو امداد اس پر صلوات و سلام آل اور اصحاب پر اس کی تمام“

(ص: 5)

”غذائے روح“ میں حاجی صاحب فرماتے ہیں:

”کس سے ہووے نعت ختم المرسلین جز بذات پاک رب العالمین
 ذات احمد ہے وہ بحر بے کراں جس کا اک قطرہ ہے یہ کون و مکاں
 ذات پاک احمد ہے والشمس الضحیٰ جس کے یہ ذرے ہیں سارے اولیاء
 ہے سزوار اس کو تاج سروری زیب اسے ہے خلعت پیغمبری

سرور عالم محمد شاہ دیں پیشوائے اولین و آخرین
حکم ان کا ہے جہاں میں سرسبز وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیش تر
ذات پاک ان کی نہ پیدا ہوتی گر ہوتے کب ارض و سما جن و بشر
اس پہ پڑھ امداد تو لاکھوں صلوات تجھ کو ہے جس کی شفاعت سے نجات“

(ص 2)

”جہاد اکبر مع نالہ امداد غریب“ (مطبوعہ راشد کمپنی، دہلی) میں حاجی صاحب فرماتے ہیں:

”محمد ہے ممدوح ذات خدا محمد کا ہو وصف کس سے ادا
محمد سا مخلوق میں کون ہے اسی کا طفیل ہے یہاں بون ہے
نہ پیدا ہوتا اگر احمد کا نور نہ ہوتا دو عالم کا ہر گز ظہور
محمد خلاصہ ہے کونین کا محمد وسیلہ ہے دارین کا
محمد کی طاعت جہاں پر ہے فرض محمد کی طاعت سے جادل کا مرض
پڑے کفر اور شرک میں ہم تھے سب محمد سے ملی ہم کو راہ رب
گرفتار تھے نفسِ شیطان کے ساتھ محمد نے دی ہم کو ان سے نجات
محمد کی طاعت کر آٹھوں پہر کہ تا وصل سے حق کے ہو بہرہ ور
محبت محمد کی رکھ جان میں محمد محمد کہہ ہر آن میں
محمد کی اُلفت سے اور چاہ سے ملے گا تو امداد اللہ سے“

(ص 3/4)

مزید فرماتے ہیں:

”اے رسولِ کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے
قیدِ غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے یا شہِ ہر دو سرا فریاد ہے“
مزید ملاحظہ ہو: عنوان ہے: ”مناجات دیگر حضرت سرور عالم ﷺ“

”سب دیکھو نور محمد کا سب بچ ظہور محمد کا جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد کا
جس مسجد میں میں سنتا ہوں تو ہے مذکور محمد کا نا ہے کسی پیغمبر کا جو ہے مقدور محمد کا
وہ منشاء سب اسما کا ہے وہ مصدر سب اشیا کا وہ سر ظہور و فضا کا ہے سب دیکھو نور محمد کا
کہیں غوثِ ابدال کہا یا ہے کہیں قطب بھی نام دھرایا ہے کہیں دینِ امام کہا یا ہے سب دیکھو نور محمد کا“

(ص 22)

مزید فرماتے ہیں:

”محمد کی مرضی ہے مرضی خدا کی خدا کی رضا ہے رضائے محمد
نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقین ہے ہوا ہے سب کچھ برائے محمد“

(ص 23)

مقرنین نے کلامِ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے جن اشعار پر اعتراض کیا ہے ان اشعار کو لکھ کر کچھ قرآنی آیات نقل کی ہیں اور جس لہجے میں ان آیات کا ترجمہ کیا ہے اور ان سے جو استدلال پیش کیا ہے انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

”1- ﴿لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

(البقرة: 255)

(ترجمہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی (اللہ) کا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم کے بغیر اس سے کسی کی سفارش بھی کر سکے۔

”2- ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبُهُمْ فَأِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾

(آل عمران: 128)

(ترجمہ) اے محمد! آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ خدا چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے دے اور پاپا ہے تو عذاب میں مبتلا کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔

”3- ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ط وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ

الغَيْبُ لَا مَنَعَتْ غُرَّتْ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ﴾ (الاعراف: 188)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی ذات کے لیے بھی نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو اپنے لیے بہت سی خیر جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

”4- ﴿إِنَّا فَانَّتْ تَسْمِعُ الصَّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَتَعْلَمُونَ﴾ (یونس: 42)

(ترجمہ) کیا آپ (اے محمد) بہروں کو سنا سکتے ہیں خواہ وہ بے عقل ہوں؟

”5- ﴿إِنَّا فَانَّتْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يَبْصُرُونَ﴾ (یونس: 43)

(ترجمہ) کیا آپ (اے محمد) اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں جب کہ وہ نابینا ہوں؟

- 6- ﴿وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا ۖ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ (البقرہ: 23/18)
(ترجمہ) کسی بھی چیز کے بارے میں آپ ہرگز یہ نہ کہیے کہ کل میں یہ کام کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔
- 7- ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (النمل: 65/27)
(ترجمہ) (اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب کا جاننے والا نہیں ہے۔
- 8- ﴿إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ﴾ (النمل: 80/27)
(ترجمہ) (اے محمد) بے شک نہ آپ مردوں کو کچھ سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں۔
- 9- ﴿وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ﴾ (النمل: 81/27)
(ترجمہ) اور آپ راہ سے بھٹکتے ہوئے اندھوں کو کچھ نہیں دکھا سکتے۔
- 10- ﴿قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ط لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (الزمر: 43/39)
(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت کی اجازت دینے کے جملہ اختیارات صرف خدا کو ہیں، آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک وہی ہے۔
- 11- ﴿لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (الزمر: 63/39)
(ترجمہ) آسمانوں اور زمین کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں۔
- 12- ﴿إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ط وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ﴾ (الزمر: 22/35)
(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔ آپ قبر والوں کو کچھ نہیں سنا سکتے ہیں۔
- 13- ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ (التحریم: 1/55)
(ترجمہ) اے نبی آپ اس چیز کو اپنے لیے حرام کرتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرمایا ہے؟“

مترجمین نے قرآنی آیات پیش کر کے جو لکھا ہے، وہ بھی ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو:
”قرآن پاک کی ان آیتوں سے مندرجہ نکات واضح ہوتے ہیں۔

- 1- خالق کائنات نے نبی کریم کو افضل الانبیاء اور خاتم النبیین بنا کر پوری دنیا کی ہدایت اور تبلیغ رسالت کی ذمہ داری تفویض کرنے کے باوجود بھی، اپنی حاکمیت، مالکیت اور اپنی خدائی کے کسی

- ادنیٰ سے بھی معاملہ میں آپ کو کیا کسی کو بھی اپنا شریک و سہیم نہیں بنایا ہے اور قضا و قدر اور اپنی مخلوقات میں سے کسی کے بھی نفع و ضرر کے بارے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔
(دیکھئے آیت 1، 2، 11)
- 2- خاص ہدایت و رہبری کے معاملے میں بھی ہدایت دینے کا کام خود اپنے اختیار میں رکھا ہے اور آپ پر صرف تبلیغ احکام کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ (آیت: 5، 9)
- 3- حد یہ ہے کہ آپ کو یہ قوت بھی نہیں دی گئی کہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکیں یا اندھوں کو راہ دکھا سکیں یہ سب امور خدا نے خاص اپنے اختیار میں رکھے ہیں۔ (آیت: 5، 8، 9، 11)
- 4- کسی کے حق میں شفاعت و سفارش کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم اور اجازت کی شرط لگا دی ہے۔ بلا اذن و اجازت کسی کو کسی کی شفاعت کا اختیار نہیں دیا گیا ہے (6)۔ (آیت: 1، 10)
- 5- خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی حضور کو مالک نہیں بنایا گیا۔ بلکہ آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ سارے نبیوں کا سردار بھی یہ اختیار نہیں رکھتا کہ وہ اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ (آیت: 3)
- 6- کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا حق یا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ (آیت: 13)
- 7- آپ کو کام کا دوسرے دن کرنے کے ارادہ کرنے کے بعد اس کو زبان پر لانے کے لیے سختی کے ساتھ فرمایا گیا کہ ”إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ کی شرط ضروری ہے۔ (آیت: 6)
- 8- ”وَلَوْ كُنَّا فَاعِلِينَ غَدًا“ میں قرآن یہ اعلان کرتا ہے اور کراتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے (چاہے وہ کوئی عام انسان ہو اور چاہے تمام انبیاء کے سردار ہوں) (آیت: 3، 7)
- یہاں خان صاحب کا دعویٰ ایک بار پھر یاد کر لیجئے (قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی) اور پھر غور فرمائیے کہ:
- (الف) قرآن کہتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو خود اپنی ذات کو بھی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں دیا گیا، کسی کو ہدایت دینے، حلال کو حرام کرنے، بہروں کو اپنی آواز سنانے، اندھوں کو راہ دکھانے کی قدرت بھی آپ کو حاصل نہیں، خدا کی اجازت اور حکم کے بغیر کسی کو شفاعت کا بھی استحقاق آپ نہیں رکھتے۔ تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت خدا کی اور صرف خدا کی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مگر خان صاحب فرماتے ہیں کہ زمین، آسمان، عرش، فرش، ہر خشک و تر کا اور تمام جن و بشر کے آپ مالک ہیں۔
- (ب) قرآن بار بار کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے یہی نہیں بلکہ خود رسول پاک سے قرآن یہ اعلان کراتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ پکار کر کہہ دو کہ ”میں عالم الغیب نہیں ہوں“۔ مگر خان صاحب

کا عقیدہ ہے کہ آپ کو دونوں جہاں کے ہر خفی و جلی کا علم (یعنی علم غیب) حاصل ہے یہاں تک کہ انسانوں کے دل کی خواہشوں کو بھی آپ بیان کئے بغیر ہی جان لیتے ہیں۔

(ج) قرآن کہتا ہے کہ پوری کائنات کا خالق، مالک، حاکم اور رازق خدا اور صرف خدا ہے، تمام موجودات کی تمام ضرورتیں صرف وہی پوری کرتا ہے اور سب کو روزی دیتا ہے۔

مگر خان صاحب زمین سے آسمان تک کی ساری چیزوں کا لٹانے والا رسول کو سمجھتے ہیں اور خدا کے ملک پر آپ کا قبضہ بتاتے ہیں۔

(د) قرآن کہتا ہے کہ قضا و قدر کے تمام امور فقط خدا کے اختیار میں ہیں اور تمام کائنات پر تسلط، تصرف، تغیر کا حق خدا کو اور صرف خدا کو ہے۔ کسی دوسرے کو جمال دم زدن نہیں ہے مگر خان صاحب تقدیری معاملات میں رد و بدل کے حقوق بھی اپنی طرف سے حضور کو دے رہے ہیں۔

اب جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے متعلق آپ خود غور کر کے اپنی رائے قائم کر لیجئے..... اور مجھے بتائیے کہ ”قرآن سے نعت گوئی سیکھنا“ اسی کو کہتے ہیں کہ جو بات بھی کہی جائے قرآنی معانی و منافیہم کے خلاف کہی جائے؟ جب ”قرآن سے نعت گوئی سیکھنے“ کا دعویٰ کرنے والے اتنے بڑے ”عالم، فقیہ، مفتی“ اور ”مجتہد دین و ملت“ نے ”عشق رسول کا بہانہ تراش کر“ ”نعت رسول“ کے نام پر اپنے ”حدائق بخشش“ میں ایسے گل کھلائے ہیں تو اسلامیات سے نابلد اور جاہل شاعروں سے کیسی نعتیہ شاعری کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔“ (چراغ نوا، ص 12 تا 16؛ مطبوعہ مرکز مطالعات فارسی، علی گڑھ، 2000ء)

چراغ نوا کے ص 56 پر نہایت رکیک اور سوچا نہ انداز میں یہ عبارت بھی درج ہے کہ ”اس مجتہد دین و ملت نے خدا اور رسول (ﷺ) کی محبت کو عام انسانوں اور بازاری لوگوں کے معاشقے پر قیاس کر لیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خان صاحب ہرگز یہ نہ کہتے کہ۔“

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا شہید“

مقرنین نے اپنی سرشت کے مطابق جس قدر اور جیسے الزام جن لفظوں میں ان سے ہو سکے وہ انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر لگائے۔ میری اس تحریر کے مندرجات میں خود مقرنین کے ”بڑوں“ کے جس قدر بیان پیش کئے گئے ہیں ان سے ہر ذی علم و فہم بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ آج جو لوگ اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام پر اعتراض کر رہے ہیں وہ اعتراض ان مقرنین کے محض تعصب، عناد اور جہالت کے آئینہ دار ہیں ورنہ مقرنین اپنے ان بڑوں پر اسی لہجے اور اسی انداز میں ایسے ہی الفاظ سے زباں و قلم دراز کیوں نہیں کرتے؟

اشرف علی تھانوی اور شبیر احمد عثمانی نے قرآنی آیات ہی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو علم

غیب عطا فرمایا، شفاعت کی اجازت دے دی اور نبی کو مالک و مختار بنایا۔ محمد قاسم نانوتوی اور تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی نے واضح لکھا کہ نبی کریم ﷺ اصل میں مالک ہیں۔ خود تھانوی صاحب ہی کی تحریر میں ”بازاری لوگوں کے معاشقے پر قیاس“ کا جواب واضح طور پر ہے۔ ”تفسیر عزیزی“ اور ”تذکرۃ الرشید“ کتاب کے اقتباسات میں تصرفات کا بیان کتنا واضح ہے۔ اسمعیل دہلوی تو اولیاء اللہ کے لیے عرش تا فرش حکومت بیان کر رہے ہیں۔ مقرنین کے اعتراضات کے جواب میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور محمد قاسم نانوتوی کے کہے ہوئے نعتیہ اشعار میں تو کچھ اس قدر واضح بیان ہے کہ مقرنین کو دم لینے کی گنجائش نہیں رہتی۔ مقرنین کے اکابر ہی کی تحریروں سے کچھ اقتباس مزید ملاحظہ ہوں:

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ”..... مولانا (روم رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں:-

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق“

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر 827، ص 515، حصہ چہارم، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

اسی کتاب کے حصہ ششم میں ملفوظ نمبر 367 میں ہے: ”(تھانوی) نے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر غیر متقدموں میں یہی ایک بات بری ہے وہ بدگمانی ہے اسی کی بدولت بدزبانی ہوتی ہے لیکن بعض صاحبین اور انصاف پسند ہیں۔ لکھنؤ سے ایک غیر متقدم عالم یہاں پر آئے تھے غالباً دو تین روز یہاں پر قیام کیا، ان سے مجھ کو اس ایک مسئلہ پر انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ سماع موتی کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے اس لیے کہ نصیحت کا ذکر ہے قرآن پاک میں ہے ﴿وَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى﴾ (النمل: 80/27)۔ میں نے کہا کہ یہی آیت ہے سماع موتی کی نفی ہے اس لیے کہ بالانفاق اس (آیت) میں کفار کو موتی سے تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ کا سماع نفی ہے۔ صرف سماع قبل نفی ہے پس یہی حالت مشبہ بہ کی ہوگی کہ سماع حسی ثابت اور سماع قبول منفی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ مردے سماع موانع سے مشفع نہیں ہوتے تو اس آیت سے نفی سماع پر دلالت کہاں ہوئی؟“ (ص 229،

الافاضات الیومیہ، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، 1940ء)

قاری محمد طیب کہتے ہیں کہ: ”ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی مسلک ہے کہ سماع موتی ثابت ہے۔“

(سوانح قادی، ص 33)

اس حوالے سے ”ولی اللہی“ کہلانے والے تھانوی اور ان کے قائل و قابل حضرات کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو:

سوال: انسان کا ادراک و شعور بعد موت کے باقی رہتا ہے اور جو شخص زیارت کے لیے جاوے

اس کو میت پہچانتا ہو اور اس کا سلام و کلام سنتا ہے یا نہیں؟

جواب: انسان کا ادراک بعد موت کے باقی رہتا ہے اس امر میں شرع شریف اور قواعد فلسفی میں

اتفاق ہے لیکن شرع شریف میں عذاب قبر و تنعیم قبر متواتر طور پر ثابت ہے اور اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر طویل چاہیے۔ اس امر کی تحقیق کے لیے کتاب ”شرح الصدور فی احوال الموتی والقبر“ جو تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور دیگر کتب احادیث دیکھنا چاہیے اور کتب علم کلام میں عذاب قبر ثابت کیا گیا ہے حتیٰ کہ بعض متکلمین کے نزدیک منکرین عذاب قبر کا فرہیں اور عذاب و تنعیم بغیر ادراک و شعور کے نہیں ہو سکتا اور ادراک و شعور موتی کا احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ زیارت قبور اور میت کو سلام کے بارے میں اور میت سے کلام کرنے کے بیان میں ہے مثلاً ثابت ہے کہ موتی سے کہنا چاہیے اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِاَلَاثَرِ وَاِنَّا اِنْشَاءُ اللّٰهُ بِكُمْ لِلْاٰحْقُوْنَ یعنی تم لوگ ہم لوگوں سے پہلے جانے والوں سے ہو اور ہم لوگ تم لوگوں کے بعد ہیں اور انشاء اللہ تم لوگوں سے ہم لوگ ملنے والے ہیں اور ”بخاری و مسلم“ میں روایت موجود ہے کہ آں حضرت ﷺ نے شہداء بدر (ؓ) کے ساتھ خطاب فرمایا اَهْلُ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا کیا پائی تم لوگوں نے وہ چیز جس کے لیے تم لوگوں کے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچا تو صحابہ نے عرض کیا اَیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَتَّكَلَّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّیْسَ فِيْهَا رُوْحٌ یعنی یا رسول اللہ آپ کلام فرماتے ہیں ان اجساد سے کہ ان میں روح نہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعُ مِنْهُمْ وَلَكِنْهُمْ لَا يُجِیْبُوْنَ یعنی تم لوگ ان لوگوں سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ لوگ جواب نہیں دے سکتے اور قرآن مجید میں ہے وَوَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحْنَ بِمَا اَنْهَمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ یعنی اور نہ گمان کیجئے ان لوگوں کو کہ قتل کئے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ مردہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک ان کو روزی دی جاتی ہے وہ لوگ خوش ہیں اس چیز سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو دیا۔ حاصل کلام اگر ادراک و شعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نہیں اور تو اعداء فلسفہ سے ثابت ہے کہ روح اس بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی راقی ہے اور شعور و ادراک بھی باقی رہتا ہے اور لذت روحانی بھی رہ جاتی ہے اور اس امر پر فلاسفہ کا اتفاق ہے صرف جالینوس کا اختلاف ہے اور اسی وجہ سے جالینوس کو فلاسفہ میں شمار نہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ تحلیل ہوا کرتا ہے اور روح کی ہمیشہ ترقی و شعور و ادراک میں ہوتی رہتی ہے تو مغارت بدن کی ادراک و شعور کے سلب میں کیا تاثیر کر سکتی ہے۔“ (سرور عزیزی اردو ترجمہ فتاویٰ عزیزی، 1/224، مطبوعہ مطبعہ مجیدی کان پور، 1914ء)

کتاب ”افاضات یومیہ“ کے صفحہ 205، ج 4 پر ہے: ”ایک سلسلہ گفتگو میں (تھانوی صاحب نے) فرمایا کہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوں کہ ہمارے ہیں اس لیے ہم کو حضور ﷺ کی شان انوکھی نہیں معلوم ہوتی مگر جب دوسرے مذاہب کے آدمی غور کر کے دیکھتے ہیں تو ان کو حضور ﷺ کے حالات پر بڑا تعجب ہوتا ہے اور واقعی ہیں بھی عجیب حالات اور کیسے نہ ہوں آخر مامور من اللہ ہیں اور

خاتم نبوت ہیں عالم کی آفرینش کے سبب آپ ﷺ ہی ہیں سب کچھ آپ ﷺ ہی کی ذات مبارک کے لیے پیدا کیا گیا اور آپ ہی کی شان یہ ہے۔
لَا یُمْکِنُ الشَّأْءُ کَمَا سَکَانَ حَقُّہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“

اسی کتاب کے حصہ ہفتم کے صفحہ 423 میں ملفوظ نمبر 315 میں ہے: ”(تھانوی صاحب نے فرمایا) اسی طرح نصوص کے اندر بعض مغیبات کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کا علم حضور ﷺ کو بھی ہے اور ایسے علم کی نسبت حضور ﷺ کی طرف جائز ہے مگر باوجود اس کے حضور ﷺ کے متعلق نصوص میں عالم الغیب کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ لہذا عالم الغیب کے لفظ کا استعمال صرف حق تعالیٰ کے لیے مخصوص ہوا اور مخلوق کے لیے اس لفظ کا استعمال ناجائز ہوا کیوں کہ مخلوق کے لیے اس لفظ کے استعمال کرنے میں ایہام ہے جیسے ایہام کی وجہ سے مخلوق کے لیے رزاق کا استعمال ناجائز ہوا تھا۔ اسی طرح مخلوق کے لیے لفظ عالم الغیب کا استعمال بھی بوجہ ایہام ناجائز ہوگا۔ اسی طرح گویا کو بیٹے کے مال سے منفع تو ہونا جائز ہے مگر اس متعارف کی وجہ سے یہ جائز نہیں کہ بیٹا اپنے باپ کو برخوردار یعنی منفع لکھنا شروع کر دے حالاں کہ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے مگر باوجود اس کے پھر جو بیٹے کے لیے یہ ناجائز ہے کہ وہ باپ کو برخوردار کہے تو اس کی وجہ ایہام ہے۔ باپ کی بے ادبی کا اور اس ایہام کی وجہ یہ ہے کہ برخوردار کا لفظ عرفاً بیٹے کے لیے مخصوص ہے اس لیے باپ کے لیے اس لفظ کا استعمال کرنا بے ادبی ہے۔“ (مطبوعہ اشرف المطابع تھانوی، 1941ء)

شیرازہ جلی کہتے ہیں: ”کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں، نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو۔ لہذا اس بدن عطا کیے ہوئے ہو سکتا ہے۔ اور نہ مغایر غیب (غیب کی کنجیاں) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر اختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا، یا غیب کی خبر دے دی۔ لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر ”عالم الغیب“ یا ”فلاں عالم الغیب“ کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے کیوں کہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں، اسی لیے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں گواغیر صحیح ہوں۔“ (ص 496، حاشیہ قرآن)

”بوادیر النوادر“ (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ 1985ء) کے ص 532 پر اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”اس کی شرعی مثال ایسی ہے کہ یہ تو کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بعض غیوب کا علم عطا فرما دیا۔ مگر ان انبیاء کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں کہ صفت کے درجہ میں یہ خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ۔ اسی طرح یہاں یہ کہنا تو جائز ہوگا کہ اولیاء کو بعض کمالات نبوت حق تعالیٰ نے عطا فرما دیے مگر ان اولیاء کو نبی کہنا جائز نہ ہوگا۔“

تھانوی فرماتے ہیں: ”اول تو مجھ میں قوت باطنی ہے نہیں ہاں قوت بطنی تو ہے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھالیا لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر قوت باطنی ہوتی بھی تو بھی میں اس سے کام نہ لیتا اس لیے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت نہیں، مجال تھی کہ ابولہب اور ابو جہل ایمان سے رہ جاتے اگر حضور (ﷺ) قوت باطنی سے کام لیتے۔“ (افاضات یومیہ ص 291، حصہ چہارم ملفوظ نمبر 506، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

”افاضات یومیہ“ حصہ ششم کے ملفوظ 378 (ص 236، مطبوعہ تھانہ بھون) میں تھانوی لکھتے ہیں: ”حضور (ﷺ) سے بڑھ کر کس کی توجہ اور تصرف ہو سکتا تھا اگر اس سے کام لیا جاتا تو حضور (ﷺ) کی ایک نظر میں عالم کا عالم زیر و بر ہو جاتا اور دنیا میں ایک کافر بھی نظر نہ آتا سب کے سب مسلمان اور ایمان والے ہی ہوتے مگر حضور (ﷺ) تو کوئی کام بدون اذن کے نہ کرتے تھے جس جگہ جس قوت کے استعمال کا حکم دیا جاتا حضور (ﷺ) نے اسی قوت سے کام لیا۔“

”اور رسول اللہ (ﷺ) جو اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں۔“

(ص 27، حاشیہ قرآن از شبیر احمد عثمانی)

”البتہ وہ (انبیاء سابقین) خاص قوم کے لیے ہادی تھے آپ (ﷺ) دنیا کی ہر قوم کے لیے (ہادی) ہیں۔“ (ص 323، حاشیہ قرآن)

”البدائع“ (مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور) کے ص 502 پر اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ”تمام عالمین کے لیے ہادی بن کر آپ (ﷺ) ہی مبعوث ہوئے ہیں۔“

ذوالفقار علی دیوبندی کی کتاب ”عطر الوردہ فی شرح البردہ“ (مطبوعہ دار الفکر، بیروت 1315ھ) سے بھی کچھ اقتباس ملاحظہ ہوں:

مقرئین نے ذوالفقار علی دیوبندی کی کتاب ”عطر الوردہ“ کا عربی خطبہ پر حاہوتا اور اس کتاب کے ص 106 پر ان کے لکھے ہوئے عربی نعتیہ اشعار پڑھ لیے ہوتے تو اعلیٰ حضرت مجدد دہلوی علیہ الرحمہ کے کلام پر اعتراض کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ اس کتاب ”عطر الوردہ“ میں سے صرف چند جملے وہ نقل کر رہا ہوں جو امام بوصیری علیہ الرحمہ کے اشعار کا ترجمہ نہیں بلکہ شرح میں ذوالفقار علی دیوبندی نے بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود ان کے طفیل سے ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ دنیا کی ضرورتیں ان کو مجبور کریں۔ یعنی دنیا ان کی محتاج ہے اور وہ محتاج الیہ۔“ (ص 20)

”ان کی مامورات اور منہیات قابلِ نسخ نہیں۔“ (ص 21)

”جملہ انبیاء آپ (ﷺ) کے فیض کے طالب اور اس سے مستفید ہیں۔“ (ص 22)

”الغرض آپ کے علم و حکم سب سے فائق ہیں۔“ (ص 23)

”جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آں حضرت صلعم (ﷺ) سے پوچھا کہ اول مخلوق کون ہے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اول تیرے نبی کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور کو پھیلایا اور اس سے لوح و قلم و عرش و کرسی و ملک و ملکوت و عالم و آدم پیدا کیا۔“

”حقیقت کس جو آپ (ﷺ) میں ہے اس کے حصّہ اور اجزا نہیں کیے گئے بلکہ وہ تمام و کمال اولاد بالذات آپ ہی کی ذات شریف میں منحصر ہے اور اوروں پر اس کا سایہ محض و پر توہ ہے۔“

آں چہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا ہمہ بروجہ کمال است کمالا یخفی“ (ص 24)

”آپ (ﷺ) کی ذات برکات کی طرف جو خوبیاں باسٹھنائے مرتبہ الوہیت تو چاہے منسوب کرو وہ سب قابلِ تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کروہ سب صحیح ہوں گی۔“ (ص 25)

”بندہ مترجم عرض کرتا ہے کہ احیائے اموات سے ہر اہم بڑھ کر جناب سرور کائنات علیہ الف الف تحیات و تسلیمات سے معجزے کبریات و مرات ظہور میں آئے ہیں یعنی کلام کرنا حجر و شجر کا آں حضرت (ﷺ) سے جو بشارات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مردہ میں تو زندہ ہونے کی لیاقت بلحاظ ایام حیات موجود تھی وہ اگر زندہ ہو جاوے تو چنداں جائے تعجب نہیں مگر حجر و شجر کا بولنا اور بولنا اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے جن کو حیات ظاہر سے ہی حیات باطن میں ملتی ہوئی۔“ (ص 26)

”آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔“ (ص 27)

”آپ ہی باعثِ ایجاد خلق ہیں کہ ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي، وَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مُخَاطَبًا لِأَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام: لَوْلَا مَا خَلَقْتُكَ، وَ وَرَدَ أَيْضًا: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْآفَلَكَ“ (ص 28/38) جناب رسالت مآب ہر مستفیض کو اس کے کمالات ظاہر و باطن میں بدرجہ کمال پہنچا دیتی ہیں اور بشر کو ملائکہ سے افضل بنا دیتے ہیں۔“ (ص 29/38)

”احوالِ عالم کو کیا نسبت ہو سکتی ہے اس ذاتِ مقدس کے کمالات سے جس کا وجود آپ کا ظنیلی ہے۔“ (ص 30)

”تحقیق ہے کہ موضعِ مرقہ شریف تمام اجزائے زمین سے بلکہ کعبہ معظمہ اور عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے۔“ (ص 31)

”کے ملک کردی بہ پیش آدم خاکی تجود نور تو دروے نبودے گرو دیت اے ہدی

از بہار لطف تو سرسبز باغ کائنات وز نسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا“

”جب آپ شکرِ مادر سے جدا ہوئے تو آپ نے اَوَّلِ خداوند تعالیٰ شانہ کو سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے سر اپنا اٹھایا اور لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فرمایا۔“ (س 38/32)

”جناب امیر (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے لوگوں نے سبب کمالِ حفظ و فہم کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے حضرت (ﷺ) کو غسل دیا تو ایک پانی کا قطرہ آپ کے چشم مبارک پر رہ گیا تھا سو مجھ کو گوارا نہ ہوا کہ اس کو زمین پر گرا دوں اس لیے میں نے اس کو پی لیا یہ میرے کمالِ حفظ و فہم کا سبب ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔“ (س 33)

”خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خدمت کے لیے جملہ اشیاء عالم علوی یا سفلی حاضر تھیں اور آپ کے ہر طرح تابع فرمان۔“ (س 48)

”آپ نے انگشت مبارک سے قمر کی طرف اشارہ کیا اور فوراً اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔“ (س 49)

”آپ نے فرمایا اے نراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسری کے کٹکن پہنائے جائیں گے۔ اس نے عرض کیا کہ کیا کسری بن ہر مز کے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ جب منکب فارس فتح ہوا اور کسری کے کٹکن غنیمت میں آئے تو حضرت امیر المؤمنین عمر (رضی اللہ عنہ) نے وہ کٹکن حسب فرمودہ رسول اللہ ﷺ نراقہ مذکور کے ہاتھوں میں پہنائے۔“ (س 56)

”دفعِ مصائب و جلبِ منافع اُمتِ مرحومہ کو بتوکل شریف حاصل ہوتا ہے۔“ (س 57)

”آپ جیسا نمرِ شد کامل و متبرِ صادق و رحمتہ للعالمین نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا پس ہر عاقل کو لازم ہے کہ آپ کے وجودِ باوجود کو غنیمتِ عظمیٰ سمجھے اور اس کی بابت خداوند تعالیٰ کا ہر دم شکر کرے۔“ (س 67)

”وللّٰہ در القائل۔“

نہ ہر سینہ را راز دانی دہند نہ ہر دیدہ را دیدہ باقی دہند

نہ ہر گوہرے درۃ التاج شد نہ ہر مرسلے اہل معراج شد

(س 70)

”(بدر میں) مشرکین مقتولین کے نسبت آپ نے فرمایا کہ ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دو سو سب ڈالی گئیں..... جب ان کو چاہ میں ڈال چکے تو وہاں جناب سرورِ کائنات آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے کنوے والو تم اپنے نبی کے بڑے رشتہ دار تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور لوگوں نے میری تصدیق کی پھر نام بنام ان لوگوں خطاب کیا کہ تم نے جو وعدہ خدا نے تم سے کیا تھا سچا دیکھا۔ میں نے جو مجھ سے ایزدِ سبحانہ نے وعدہ کیا تھا سچا پایا۔ اس پر حضرت کے اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ مُردوں سے گفتگو فرماتے ہیں آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تم میری گفتگو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو مگر وہ

طاقتِ جواب نہیں رکھتے۔“ (س 84)

”اسی روز قتادہ بن العنمان کی آنکھ خانہ چشم سے نکل پڑی پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو وہاں رکھ دیا اور وہ آنکھ دوسری آنکھ سے عمدہ ہو گئی۔“ (س 89)

”جب آپ نے غار سے نکلنے کا ارادہ کیا تو..... حضرت طلحہ بیٹھ گئے اور آپ ان پر قدم مبارک رکھ کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ طلحہ نے اپنے لیے جنت واجب کر لی۔“ (س 90)

”وللّٰہ در القائل۔“ چوں تو دارِ یم بحسنی ہمد دارِ یم و ہمد۔“ (س 93)

”امام نووی نے ”شرح السنہ“ میں لکھا ہے کہ حضرت سفینہ آں حضرت (ﷺ) کے آزاد کردہ غلام کو جہادِ روم میں کافروں نے گرفتار کر لیا تھا وہ وہاں سے کسی طرح بھاگے راہ میں ان کا راستہ ایک شیر نے روک لیا انہوں نے شیر سے کہا کہ اے ابو الحارث میں خادمِ رسول اللہ ﷺ ہوں کہ لشکرِ اسلام میں جانا چاہتا ہوں چنانچہ شیر آگے آگے ہولیا اور لشکرِ اسلام میں ان کو پہنچا دیا۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے بحالتِ سفر ایک جگہ ازدحامِ مردمان دیکھا اور اس کا سبب پوچھا لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شیر ہے جس کے سبب یہاں کی راہ بند ہے اور اس نے بہت سے آدمی ہلاک کر دیئے ہیں۔ یہ سُن کر آپ (ﷺ) نے اُترے اور شیر کے پاس جا کر اور اس کا کان مڑو کر کہا کہ تو لوگوں کو مت ستا اور یہاں ہی بیشہ میں رہنا۔“ (س 96)

”آپ (ﷺ) نے فرمایا: اِنَّ شَرَّ مَا بَدَا لِقَوْمِيْ اَنْ يَّخْلُقُوْا لِقَوْلِكَ لَوْلَاكَ لَمَّا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ وَلَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ الْاَنَامُكَ۔“ (س 38/103)

”صلو علی النبی المصطفیٰ صلوا علی روح النبی المصطفیٰ

صلوا علیہ وسلموا تسلیما

فولوا لہ یا کھف عبدک مدنف بالروح من فرط الصباۃ متلف

وعلی فواتِ حضور کم مناسف ویقول وهو علی المنیۃ مشرف

صلوا علیہ وسلموا تسلیما“ (س 107، عطر الورد)

حضرت ابو عبد اللہ شیخ صالح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاحظہ ہو۔

”خلاف پیبر کسی رہ گزید کہ ہر گز بہ منزلِ نخواہ رسید

مہندار سعدے کہ راہ صفا تو ان رفت جز در پی مصطفیٰ

کریم السبایا جمیل الشیم نبی البرایا شفیع الامم

امام رسل پیشوای سبیل امین خدا مہبط جبرئیل

شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر
کلیسی کہ چرخ فلک طور اوست
شفیع مطاع نئی کریم
قیسی کہ ناکردہ قرآن درست
چو غرمش بر آہنیت شمشیریم
چو سیتش در افواہ دنیا فقاد
ہے ”لا“ قامت ”لات“ بشکست خرد
نہ ازلات و عزای برآورد گرد
شعی برنشت از فلک برگزشت
چنان گرم درتہ قربت براند
بدو گفت سار بیت الحرام
چو در دوتی مخلصم یافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند
اگر یک سرموی برتر پریم
نماید بہ عصیان کی درگرو
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا؟
درد ملک بر روان تو باد
نخستین ابوبکر حیر مرید
خردمند عثمان شب زندہ دار
خدایا ہے حق بنی فاطمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پی
کہ باشند مشتی گدایان خیل
خدایت ثنا گفت و تجلیل کرد
بلند آسمان پیش قدرت جل
تو اصل وجود آمدی از نخست

امام الہدی صدر دیوان حشر
ہمہ نورہا پر تو نور اوست
نسیم نسیم نسیم نسیم
کتب خانہ چند ملت ہشت
ہے معجز میان قمر زد دو نیم
ترنزل در ایوان کمرے فقاد
ہے اعزاز دین آب ”عزای“ ہرد
کہ توریت و انجیل منسوخ کرد
ہے تمکین و جاہ از ملک درگزشت
کہ در سدرہ جبریل از و باز ماند
کہ ای حامل وحی برتر خرام
عنانم ز صحبت چرا تافتی؟
ہماندم کہ نیروی بالم نماند
فروغ تجلی بسوزد پریم
کہ دارد چنین سیدی پیش رو
علیک السلام ای نبی الہی
برا صحاب و بر دیوان
عمر پنجہ بویج دیو مرید
چہارم علی شاہ ذلزل
کہ بر قول ایمان کنم خاتم
من و دست و دامن آل رسول
ز قدر رفیعت ہے درگاہ حی
ہے مہمان دارالسلامت طفیل
زمین بوس قدر تو جبریل کرد
تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

مذائم کدائین سخن گویمت کہ والا تری زانچہ من گویمت
تورا عزلولاک تمکین بس ست ثنای تو طہ و یس بس ست
چہ و صفت کند سعدی نامقام علیک المصلوۃ ای نبی السلام

(بومستان سعدی، ص 11 تا 13، مطبوعہ تہران)

مخالفین نے تیرہ آیات قرآنی پیش کیں اور ان آیات سے جو استدلال چاہا اسے خود ان کے اپنے
بڑوں سے بھی کوئی تائید نہیں ملی۔ اس تحریر میں جواباً چالیس آیات قرآنی پیش کر رہا ہوں، ان شاء اللہ اس
کے بعد چالیس احادیث پیش کروں گا اور ان سب کے بیان میں خود مخالفین سے اسی موقف کی تائید ہوگی جو
اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے نعت رسول میں پیش کیا ہے۔

آیات قرآنی:

1- ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ﴾ (توبہ: 59)

ترجمہ از حسن دیوبندی: ”اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو دیا ان کو اللہ نے اور
اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔“ (س: 253)
ای نسخے پر حاشیہ میں شیخ احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں: ”اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا اور رسول ﷺ کی
حکایت کرتے ہیں اسی پر سرور و طمان ہو۔“ (مہاں شریف مترجم وحشی، مطبوعہ مدینہ پریس، بجنور، 1355ھ)
اشرف علی تھانوی یوں ترجمہ کرتے ہیں: ”اور ان کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو
کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل
سے ہم کو اور اس کے رسول (ﷺ) دیں گے۔“ (س: 403، بیان القرآن)

2- ﴿وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (توبہ: 74)

ترجمہ از محمود حسن: ”اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول
(ﷺ) نے اپنے فضل سے۔“ (س: 257)

3- ﴿وَسَيُزِي اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ﴾ (توبہ: 94)

(ترجمہ) اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول۔“ (س: 261)

4- ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ﴾ (الحجرات: 69/7)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اور جان رکھو تم میں رسول اللہ ہیں۔“ (بیان القرآن)

5- ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ﴾ (المنافقون: 63/5)

ترجمہ از محمود حسن: ”اور جب کہیے ان کو آؤ معاف کرادے تم کو رسول اللہ کا۔“ حاشیہ میں عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ”آؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو، جنہوں کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا۔“ (ص: 719)

6- ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الکوثر: 1/108)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔“ اور حاشیہ میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ”کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس خیر کثیر میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے۔“ (بیان القرآن، ص: 1157)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”کوثر کے معنی ”خیر کثیر“ کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری..... اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔“ (ص: 788، جلدیہ قرآن، مطبوعہ بجنور)

7- ﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (بقرہ: 143/2)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ”اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔“ حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تا کہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلے میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیے جاؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعویٰ کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی اس وقت آپ (ﷺ) کی امت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں ان کی صداقت و عدالت پر گواہ ہوں گے۔“ (ص: 27، جلدیہ قرآن، مطبوعہ بجنور)

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اور ہووے گا یہ رسول تمہارے لیے گواہ۔“ کیوں کہ رسول بسبب نور نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک نور ایمان ان کا پہنچا ہے اور کون سا امر یعنی پردہ ترقی سے مانع ہوا ہے اسی لیے جو مناقب کہ صحابہ کرام اور بعض تابعین اور امام مہدی وغیرہ حاضرین و غائبین کے بیان فرمائے ہیں اور جو معائب حاضرین و غائبین کے فرمائے ہیں وہ سب واجب الیقین ہیں..... معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ رسول گواہ ہے تمہارے لیے اس طور پر کہ واقف ہے تمہارے احوال پر۔“ (ص: 850، 853/2، تفسیر مزیزی مترجم مطبوعہ ایچ ایم سید کبھی، کراچی)

8- ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ

وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ (احزاب: 33/45، 46)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔“ حاشیہ میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ”(حضور ﷺ کو خطاب ہے کہ) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) (آپ مشتے چند معترضین کے طعن سے مغموم نہ ہوں اگر یہ سُنَّبا، آپ کو نہ جانیں تو کیا ہوا ہم نے تو ان بڑی بڑی نعمتوں اور رحمتوں کا جو کہ خطاب مومنین میں مذکور ہوئی ہیں آپ ہی کو واسطہ بنایا ہے اور آپ کے مخالفین کی سزا کے لیے خود آپ کا بیان کافی قرار دیا گیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں آپ سے ثبوت نہ لیا جاوے گا پس اس سے ظاہر ہے کہ آپ ہمارے نزدیک کس درجہ مقبول و محبوب ہیں چنانچہ) ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ (قیامت کے روز امت کے اعتبار سے خود سرکاری) گواہ ہوں گے (کہ آپ کے بیان کے موافق ان کا فیصلہ ہوگا) ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكَ رَسُولًا شَهِيدًا عَلَيْكُمْ﴾ اور ظاہر ہے کہ خود صاحب معاملہ کو دوسرے فریق اہل معاملہ کے مقابلہ میں گواہ قرار دینا اعلیٰ درجہ کا اکرام اور علو شان ہے اس علو شان کا تو قیامت کے روز ظہور ہوگا اور (دنیا میں) آپ کی صفات کمال ظاہر ہیں..... (کہ آپ کی ہر حالت طالبان انوار کے لیے سرمایہ ہدایت ہے جس قیامت میں ان مومنین پر جو کچھ رحمت ہوگی وہ آپ ہی کی ان صفات بشیر و نذیر و داعی و سراج منیر کے واسطے سے ہے۔ فقہ الحقر کے نزدیک چراغ سے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو چراغ ایک شمع رحمانی آسمان سے پھر چراغ سے ہر وقت نور حاصل کرنا ممکن ہے پھر سہل انھول ہے پھر اس سے نور حاصل کرنے میں اکتساب اور تہجد کو بھی دخل ہے پھر صحیح المزاج و صحیح البدن آدمی کو اس سے ناگواری کسی وقت نہیں پھر اس میں شان انہیں انہیں ہونے کی بھی ہے اور ان سب صفات کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے زیادہ مناسبت ہے اور انہیں نے سِرَاجًا مُنِيرًا سے آفتاب مراد لیا ہے کہ قولہ تعالیٰ وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا مُنِيرًا وَلُكُلًا ۝ وَخُفَّةً رِّبْطًا اور من جملہ انواع جلالت شان نبوی کے من جملہ اعظم مقاصد سورت ہے۔“

(بیان القرآن، ص: 829)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنین کو اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتلادیا کہ وہ اُجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنی میں ہو جو سورہ ”نوح“ میں فرمایا ﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا﴾ (اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت و ہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و غم ہو گئیں۔“ (ص: 550، حاشیہ قرآن)

9- ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ (مزل: 15/73)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دیں گے۔“ (ص 1105)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ”ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتلانے والا تمہاری باتوں کا۔“ حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دے گا کہ کس نے اس کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔“ (ص 746)

10- ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا﴾

(النساء: 4/174)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے۔“ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”اے (تمام) لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک (کافی) دلیل آچکی ہے (وہ ذات مبارک ہے رسول اللہ ﷺ کی) اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے (وہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ذریعہ سے جو کچھ تم کو بتلایا جائے وہ سب حق ہے)۔“ (بیان القرآن، ص 217)

11- ﴿فَلَنُؤَيِّنَنَّكَ قَبْلَةً تَرَوُنَّهَا﴾ (البقرہ: 144)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے۔“ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”اور یہ طرز مسرت انگیز اس مقام کے کہ اس میں ایک حکم کی بات ہے کہ اس پر بیان کی گئی ہے زیادہ مناسب ہے۔ (مراد یہ ہے کہ من جملہ احکام شریعہ کے ایک حکم اور یہ ہے کہ یہاں کوئی دوسرا حکم مذکور ہے)۔ حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لیے اسی کو قبلہ مقرر کر دیا۔“ (ص 46)

12- ﴿وَلَا لَاحِزَةَ خَيْرٍ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۚ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾

(النسی: 99/4-5)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ”اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا۔“ حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”یعنی آپ ﷺ کی پچھلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ پیش از پیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلی حالت کا تھوڑا کیا جائے یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا جب کہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی

بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بے شمار درجہ بڑھ کر ہے۔ یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (ﷺ)۔“ (ص 778، حاشیہ قرآن)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”چنانچہ ﴿وَلَا لَاحِزَةَ خَيْرٍ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ﴾ اور بے شک پچھلی ہر حالت بہتر ہے تیرے واسطے اگلی معاملت سے یہاں تک کہ تیری بشریت اصلاً نہ رہے گی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھ پر رہا کرے گا اور اگر آخرت کو بعد الموت کے احوال پر خیال کریں تو بھی بجا ہے آخرت کے دن آں حضرت ﷺ کی سرداری کا مرتبہ اور ان کی طرف سارے عالم کا رجوع انا اور ان کی مبارک ذات کے چشمے سے بخشش اور فیض الہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور اوج موج میں ہوگا یہاں تک کہ قیامت کے دن سب اگلے پچھے لوگ ان کی شفاعت کے محتاج ہوں گے اور ان کے جھنڈے کے تلے بچاؤں میں آرام پائیں گے اور ان کے حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہوں گے اور مراتب اور مکانات ثابت دینا ان ہی کے ہوگا یعنی جس کو جس لائق دیکھیں گے ویسے اس کو مرتبے اور منزلیں تقسیم کر دیں گے اور ان کے لئے ان میں آں حضرت ﷺ کو بڑی تسلی ہے یعنی کہاں ہو سکتا ہے کہ جس خاوند (خداوند) نے تم کو اس مرتبے سے پروردگار کیا اور اپنی طرح بطرح کی تربیتیں تمہارے حق میں عنایت فرمائی ہوں اس حد تک کہ بے نور کی تسلی بے واسطہ اور بے وسیلہ کسی مرید اور پیغمبر کے تمہاری روح مبارک پر نازل کی ہو وہ تم کو چھوڑے اور چھوڑے یہ بات مجازی خاوندوں سے بھی بعید ہے چنانچہ مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کے لئے جو کچھ چاہے اس خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونے کے پیش تر اس کے حوصلے اور اس کے عمل سمجھ بوجھ کر ہر ایک کو کسی مرتبہ اور منصب سے ممتاز اور مخصوص کرتا ہے..... ﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ یعنی اور بے شک اور دیوے گا تجھ کو پروردگار تیرا اس قدر کہ تو راضی ہوگا اور اس سے تیری استعداد اور حوصلے کا جام بھر پور ہو جاوے گا اور کچھ آرزو اور خواہش باقی نہ رہے گی اور یہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکھتا ہے خصوصاً وہ مخاطب یعنی وہ پیغمبر جن کو وعدہ دیا ہے ایسے پیغمبر عالی شان ہیں ان کے حوصلے اور استعداد پر نظر کر کے دیکھا جائے کہ کس قدر اور کیسا کیا اتنی بخششیں اور عنایتیں ان کو دی جاویں گی تا مخلوق اور خوشنود ہوویں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول اکرم ﷺ اصحابوں سے بولے کہ میں ہرگز راضی نہیں ہونے کا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک آدمی کو بہشت میں داخل نہ کروں گا اور اس جناب رسالت مآب کے حق میں ان کی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتداء سے بہشت میں داخل ہونے تک جو جوالہی بخششیں اور عنایتیں عطا ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں اور

ہوئیں گی سو قیاس کے احاطے سے اور بیان کرنے کی حد سے باہر ہیں ان میں سے کچھ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے میں آتا ہے سمجھا چاہیے کہ جب کوئی کسی کو اپنے وسیلے رکھنے والوں سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہے تو اس کو بہت چیزوں سے پوشاک میں سواری میں بیٹھنے کی جگہ میں اور اس سوا اور احوال میں ممتاز فرماتا ہے تا اُس کا پیارا اپنا اور محبوبیت خاص و عام کی نظر میں جلوہ گر ہو جاوے اور آں حضرت ﷺ کو جو خصوصیتیں جناب اقدس الہی سے حاصل ہوئی ہیں سو دو قسم کی ہیں۔ پہلی وہ ہے جس میں پیغمبر بھی شریک ہیں لیکن آں حضرت ﷺ کو وہ نعمت سب سے آگے اور ان سب سے زیادہ دی ہے اس سبب سے ان کو سب سے ممتاز فرمایا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ان ہی کو مخصوص ہے اور خاصہ ان ہی کا ہے دوسرے کسی کو اس میں شراکت اور بہرہ نہیں اور یہاں مختصر کرنے کے سبب ان دونوں قسموں سے باہم ملا کے کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں تا کہ اس آیت کے معنی بہت اچھی طرح سے سننے والوں کے ذہن میں گزریں اور دل نشین ہوویں ان خصوصیتوں سے جو رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک میں تھیں ایک یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے رو برو اور رات کے وقت اور اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسا دن کو اور روشنی میں اور آں حضرت ﷺ کے منہ مبارک کا لعاب کھاری پانی کو میٹھا کرتا تھا اور شیر خورے بچوں کو اپنے منہ کے لعاب سے ایک قطرہ چکھاتے تھے تو وہ بچے سارا دن پیٹ بھرے رہتے تھے دن بھر دودھ طلب نہ کرتے تھے چنانچہ عاشورے کے دن اہل بیت کے بچوں سے تجربہ ہوا ہے اور آں حضرت ﷺ کی بغلیں سفید رنگ اُجلی شفاف تھیں ان میں اصلا بال کا نام نہ تھا اور آں حضرت ﷺ کی آواز اتنی دور جاتی تھی جو اوروں کی آواز اس کے دسویں حصے تک نہ جاتی تھی اور آپ کی آواز اتنی دور سے سنتے تھے جو اوروں کی آواز اس کے پلے سے نہ سن سکتے تھے اور آں حضرت ﷺ کی آنکھیں سو جاتی تھیں اور دل جاگتا رہتا تھا اور آں حضرت ﷺ کو ساری عمر میں جہائی نہ آئی اور کبھی احتلام نہ ہوا اور ان کے بدن مبارک کا پینہ مشک سے بہت خوشبو دار تھا یہاں تک کہ اگر کسی راستے سے تشریف لے جاتے تو لوگ ان کے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جواں جواں چھیلی رہتی تھی معلوم کرتے تھے کہ آں حضرت ﷺ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں اور کسی آدمی نے ان کے جھاڑے (بول و براز) کو زمین پر نہ دیکھا تھا زمین پھٹ کر نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی اور آں حضرت ﷺ تولد کے وقت ختنہ کیے ہوئے ناف کئے ہوئے اور پاک صاف کہ اصلاً ان کے بدن مبارک پر پلیدی کا اثر نہ تھا پیدا ہوئے اور زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے آئے اور ان کے تولد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی روشنی ہوئی جو ان کی ماں کو اس روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے ان کا جھولا اُٹھواتے تھے اور چاندان کے ساتھ بچپن کے وقت جھولے میں باتیں کرتا تھا اور جب اس کو اشارہ کرتے تو ان کی طرف جھکتا تھا اور بار بار جھولے میں

جھولنے کا کام کیا ہے اور بادل ان پر ہمیشہ دھوپ کے وقت سایہ کرتا تھا اور اگر جھاڑ (درخت) کے تلے آتے جھاڑ کا سایہ ان کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور ان کا سایہ زمین پر گرتا نہ تھا اور ان کی پوشاک پر مکھی نہ بیٹھی تھی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کی سواری کی مدت تک لید اور پیشاب نہ کرتا تھا اور عالم ارواح میں جو اول پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جس نے اَلْسُٹُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلی کہا سو بھی آپ تھے اور معراج اور براق کی سواری بھی مخصوص آپ کو تھی اور آسمان پر جانا اور قُصَاب قُوسِین تک پہنچنا اور دیدار الہی سے مشرف ہونا اور فرشتوں کو ان کی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح ان کے ہمراہ ہو کر لڑے یہ بھی خاصہ ان ہی کا ہے اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجائب معجزے بھی ان ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور قیامت کے دن جتنا ان کو ملے گا اتنا کسی اور کو نہ ملے گا اور جو پہلے قبر سے اٹھے گا سو بھی آپ ہوں گے اور جو پہلے بے ہوشی سے ہشیار ہوگا سو بھی آپ ہوں گے اور ان ہی کو حشر میں براق پر لاویں گے اور ستر ہزار فرشتے ان کے چوگرد ہوں گے اور ان ہی کو عرش عظیم کے دفنی طرف کرسی پر بٹھائیں گے اور مقام محمود سے مشرف کریں گے اور لواء الحمد یعنی الحمد کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیویں گے حضرت آدم اور ان کی تمام اولاد اس جھنڈے کے تلے ہوں گے اور سارے انبیاء اپنی اُمتوں سمیت ان ہی کے پیچھے چلیں گے اور پروردگار کا دربار دیکھنا پہلے ان ہی کے شروع ہوگا اور ان ہی کو شفاعت عظمیٰ سے مخصوص کریں گے اور پل صراط پر جو پہلے گزریں گے سو آپ ہی ہوں گے اور مشر کے ساری خلائق کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو تا ان کی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے تشریف لے جاویں اور پہلے جو بہشت کا دروازہ کھولے گا سو آپ ہوں گے اور ان ہی کو قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے مشرف کریں گے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہے جتنا کہ کسی کے سر نہ ہوا اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ قیامت کے دن جناب الہی سے قُرب و منزلت میں ایسے ہوں گے جیسے وزیر بادشاہ سے اور آں حضرت ﷺ سب شریعتوں میں جن چیزوں سے مخصوص ہیں سو بہت ہیں ان کی کتنی طول و طویل ہے ان میں سے یہ ہے کہ ان کو کافروں کی غنیمت کا مال حلال کیا، اور ان کے واسطے زمین کو مسجد بنا دیا یعنی جس جگہ چاہیں نماز پڑھیں اور ان کے واسطے زمین کی مٹی کو پاک کرنے والی کیا اور پانچ وقتوں کی نماز اور وضو اس طریق سے اور اذان، اقامت اور سورۃ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روز اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز میں ہے اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتیں کہ یہ سب ان ہی کے واسطے مخصوص ہیں اور یہ خصوصیتیں دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہنچتی ہے اور آپ کی وہ خصوصیتیں جو باطنی مراتب کے بموجب ہیں اور وہ انوار اور وہ تجلیات جو روز بروز بڑھتے اور زیادہ ہو جاتے جاتے ہیں اور وہ احوالات اور مقامات جو ان کے امتیوں کو ان کی پیروی اور فرماں برداری کرنے کے طفیل حاصل ہوئے اور ہوتے ہیں اور قیامت تک حاصل ہوں گے اور وہ علوم اور

عرفان جوان کو عطا ہوئے ہیں سو بے انتہا ہیں اور اس ”وَلَكْسُوف“ کی آیت میں، ان سب چیزوں کا اشارہ ہے یعنی یہ سب نعمتیں ملیں گی اس واسطے عطا کو خاص نہ کیا یعنی یہ کچھ اور اتنا کچھ نہ فرمایا۔“

(تفسیر عزیزی مترجم، 4/358-363)

13- سورہ الم نشرح

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جو نعمتیں کہ حق تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو عنایت فرمائی ہیں دو قسم کی نعمتیں ہیں جو ظاہر آپ میں پائی جاتی تھیں اور سب عام و خاص ان کو جانتے تھے اور دیکھتے تھے۔ اور دوسری قسم کی نعمتیں ایسی تھیں کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھیں سو ان دونوں قسموں کی نعمتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تھا اسی واسطے حق تعالیٰ نے اول قسم کو ”وَالضَّحٰی“ میں اور دوسری قسم کو اس سورۃ میں بیان فرمایا تاکہ کسی طرح کا اس بات میں شبہ اور دھوکا باقی نہ رہے اور یہ بھی ہے کہ وہ نعمتیں کے آں حضرت ﷺ کے واسطے خاص تھیں ان کی دو قسمیں تھیں پہلی وہ قسم جو آپ کے ظاہر سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری قسم وہ جو آپ کے باطن سے علاقہ رکھتی تھی سو ”سورۃ الضحٰی“ میں پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورۃ میں دوسری قسم کا تو کو یا ایک سورۃ آں حضرت ﷺ کے خصوصیات ظاہری کے بیان میں ہے اور دوسری سورۃ آں حضرت ﷺ کے خصوصیات باطنی کے شمار میں ہے اور ظاہر اور باطن میں جو فرق ہے سو اظہر من الشمس ہے اور اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب بعض مفسروں نے ایسا بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے درگاہ الہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلقت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیسی کے خلعت سے نوازا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا لوہا اور پہاڑوں کو فرماں بردار کر کے ممتاز کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں اور عورتوں کی سلطنت دے کر اور آگ اور ہوا کو ان کا فرماں بردار کر کے سرفراز کیا میرے واسطے کون سی چیز خاص لی تو ہے؟ اس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال معراج کے ہونے سے پہلے ہوا ہو، اس واسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتیں مخصوص جناب رسالت مآب ﷺ کو عنایت ہوئیں کہ کسی نبی کو انبیاءوں سے عشر عشر اس کا حاصل نہ ہوا تھا اور ”سورۃ الم نشرح“ کے نکتوں (یعنی باریک باتوں کے) سے ایک یہ بھی ہے کہ آں حضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے یہ مرتبہ یعنی شرح صدر کا بدون طلب کرنے کے عنایت فرمایا اور موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب الہی سے کہ ”رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي“ تو بھی یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا ہو جب ہندی مصرع کے ع بن مانگے موتی ملیں مانگے نہ ملے نہ بھیک۔ چنانچہ اس قصے سے جو ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام سے واقع ہوا تھا یعنی داڑھی کا کھینچنا بڑے بھائی کی یہ بات ظاہر ہے جو اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اس بات کی

طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالیٰ کی عنایت سے بے جا ہے اور بے درخواست آدمی کے ہوتا ہے اس کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہے اور اس سورۃ کا نام ”سورۃ الم نشرح“ اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورۃ کا مضمون کلام محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل اور جز پر قرار واقعی دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہے کہ آں حضرت ﷺ کا صدر معنوی جس کی تفصیل آگے آئی ہے کشادہ اور وسیع ہو کہ تجلیات الہی کی روشنیوں سے پُر ہو جاوے۔“ (تفسیر عزیزی مترجم، 4/375-376)

مزید فرماتے ہیں: ”علی الخصوص شرح صدر مصطفویٰ کو کہ کسی بشر کو ممکن نہیں ہے کہ قرار واقعی اس کو دریافت کر سکے اس واسطے کہ آپ کے کمال کا مرتبہ کہ نبوت کا خاتمہ ہے کسی کو حاصل نہیں ہے تو آپ کے مرتبے کی پہچان بھی کسی کو حاصل نہ ہوگی۔ ولنعلم ما قبل یعنی کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے۔ قطعہ

يا صاحب الجمالِ ويا سيد البشر من وجهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الشاء كما كان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی، اے صاحب جمال اور اے سردار آدمیوں کے تیرے چہرہ روشن سے تحقیق روشن ہوا ہے چاند۔ نہیں ممکن ہے تعریف کرنا جیسا کہ لائق ہے ان کے۔ بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہے قصہ کوتاہ۔“

(تفسیر عزیزی مترجم، 4/378)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور بلند کیا ہم نے تیرے واسطے کو ذکر تیرا یعنی جب ان مرتبوں کے کمالوں کی جمعیت تجھ کو حاصل ہوئی کہ الہیت کے مرتبے کا ظل اور سایہ ٹھہرا اور اس جمعیت کے ساتھ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے یا کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہے کہ اس کی فرماں برداری واجب ہے اور اسی پر اور باتیں قیاس کر لینا چاہیے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک روز آں حضرت ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے ذکر کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے نزدیک کیا ہے اذان میں اور تکبیر میں اور التحیات میں اور خطبے میں اور کلمہ طیب میں اور کلمہ شہادت میں اور فرماں برداری کے کام میں جیسے کہ ﴿إِطِيعُوا اللَّهَ وَإِطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اور گناہ کی حرمت میں جیسے کہ ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا﴾ اب جاننا چاہیے کہ جس جگہ ذکر حق تعالیٰ کا ہے اس جگہ رسول اللہ کا بھی ذکر ہے۔“ (تفسیر عزیزی مترجم، 4/389)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا (یعنی علم بھی وسیع عطا فرمایا)..... اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز بلند کیا (یعنی اکثر جگہ شریعت میں

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک مقرون کیا گیا ہے کذا فی ”الدر المنثور“ مرفوعاً قال اللہ تعالیٰ: إِذَا ذُكِرْتُ مَعِيَ جِیسے خطبہ میں تشہد میں نماز میں اور اللہ کے نام کی رفعت اور شہرت ظاہر ہے پس جو اس کے قرین ہوگا رفعت و شہرت میں وہ بھی تابع ہوگا۔“ (ص 1145، بیان القرآن)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھ دار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ کی فرماں برداری کی تاکید کی ہے۔“ (ص 779، حاشیہ قرآن)

14- ﴿وَتَعَزَّوْهُ وَتُقْرَؤُهُ﴾ (النح: 48/9)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔“ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”اور جن نعمتوں کا مسلمانوں پر ذکر تھا چوں کہ معطی حقیقی ان کا حق تعالیٰ ہے اور واسطہ عطا جناب رسول اللہ ﷺ ہیں، آگے اللہ و رسول کے حقوق کا اور ان حقوق کے بجالانے والوں کی فضیلت کا اور نہ بجالانے والوں کی مذمت کا بیان ہے۔ (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو (اعمالِ اُمت پر قیامت کے دن) گواہی دینے والا (عموماً) اور (دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لیے) بشارت دینے والا اور (کافروں کے لیے) ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے (اور اے مسلمانو! ہم نے ان کو اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے) تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔“ (ص 986، بیان القرآن)

15- ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (احزاب: 39/6)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”نبی (ﷺ) مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔“ (ص 816، بیان القرآن)

جناب محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں: ”آیت کریمہ ”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“ کی تین تفسیریں ہیں۔ ایک ”أَقْرَبُ إِلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“۔ دوسری ”أَحَبُّ إِلَى الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“۔ تیسری ”أَوْلَىٰ بِالتَّصَرُّفِ فِي الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“۔

(آب حیات، ص 127، مطبوعہ مطبع قدیمی، دہلی، 1355ھ)

اس سے پہلے صفحہ 126 پر لکھتے ہیں: ”اقربیت مذکورہ اس بات کو متنبہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلعم (ﷺ) بہ نسبت ارواح مومنین اَوْلَىٰ بِالتَّصَرُّفِ مِنْ أَنفُسِهِمْ ہوں اس لیے کہ تصرف کے لیے مالکیت ضرور ہے اور بوجہ اقربیت مذکورہ اور امور انتزاعیہ مسطورہ رسول اللہ صلعم (ﷺ) مالک ارواح ہوں گے اور ارواح خود اپنی مالک نہ ہوں گی۔“

”معتقدانِ دین اسلام کو اس میں تاثر نہ ہوگا کہ ہر نوع کے علوم میں خصوصاً معرفت ذات و صفات و تجلیات و علوم اسرار شریعت و طریقت و مہد، و معاد میں رسول اللہ صلعم (ﷺ) کا وہ رتبہ ہے کہ دید و وہم و خیال اہل کمال بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائے کہ آپ ان علوم سے مبرا و معرا ہوں۔“ (ص 124)

”أَوْلَىٰ“ کے صلہ میں اس آیت میں لفظ ”مِنْ أَنفُسِهِمْ“ واقع ہے اور ”مِنْ أَنفُسِهِمْ“ کی تفسیر مومنین کی طرف راجع ہے تو اب یہ معنی ہوئے کہ رسول اللہ صلعم (ﷺ) مومنین کی نسبت ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“ (ص 84)

”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“ جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے اعمیٰ ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے اصل معنی ”أَوْلَىٰ“ کے ”أَقْرَبُ“ ہیں اور جس کسی نے ”أَحَبُّ“ اور ”أَوْلَىٰ بِالتَّصَرُّفِ“ اس کی تفسیر میں کہا ہے وہ اس کے مخالف نہیں اور اس قسم کی اقربیت کو احبیت اور ”أَوْلَىٰ بِالتَّصَرُّفِ“ ہونا لازم ہے علت محبوبیت اور اولویت تصرف یہی اقربیت ہے۔“ (ص 58)

یہی نانوتوی اپنی کتاب ”تذویر الناس“ میں لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کو اپنی اُمت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ ”أَوْلَىٰ“ بمعنی ”أَقْرَبُ“ ہے اور ”أَقْرَبُ“ بمعنی ”أَحَبُّ“ لہذا ”أَوْلَىٰ بِالتَّصَرُّفِ“ ہو تب بھی یہی بات لازم آئے گی کیوں کہ احبیت اور اولویت تصرف کے لیے اقربیت واجب ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔“ (ص 10، مطبوعہ مطبع قدیمی، دہلی)

جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نورِ اُکمل کی جتنی تابوت سے پھیلتا ہے۔ آفتابِ نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بنا بریں مومن (من حب محمد و مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لیے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیش تر اس کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے..... پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: کہ نبی ناسب ہے اللہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا رو نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے۔“ (ص 542-543، حاشیہ قرآن)

16- ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾

(احزاب: 39/36)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔ "حاشیہ میں لکھتے ہیں: "گو وہ دنیا ہی کی بات کیوں نہ ہو..... یعنی اس اختیار کی گنجائش نہیں رہتی کہ خواہ کریں یا نہ کریں بلکہ عمل ہی کرنا واجب ہوتا ہے اور جو شخص (بعد حکم و جوبی کے) اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

(ص: 827، بیان القرآن)

17- ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (النساء: 80/4)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا۔" حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: "آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گا وہ بے شک ہمارا تابع دار ہے۔" (ص: 116)

18- ﴿قُلْ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء: 65/6)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "سو قسم ہے تمہارے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں۔ اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے۔ پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔" حاشیہ میں عثمانی لکھتے ہیں: "یعنی منافق لوگ کس بے ہودہ خیال میں ہیں اور کس بے ہودہ خیالوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہیے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تمہارے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ مان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کر لیں گے اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔" (ص: 113، حاشیہ قرآن)

19- ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (توبہ: 103/9)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "اور دعا دے ان کو بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے۔" حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: "صدقہ کرنے والوں کو حضور دعائیں دیتے تھے جن سے دینے والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ بلکہ آپ کی دعا کی برکت دینے والے کی اولاد در اولاد تک پہنچتی تھی۔ اب بھی ائمہ کے نزدیک مشروع ہے کہ جو شخص صدقہ لائے امام مسلمین بحیثیت وارث نبی ہونے کے اس کے لیے دعا کرے۔

البتہ جمہور کے نزدیک لفظ "صلوٰۃ" کا استعمال نہ کرے جو حضور کا مخصوص حق تھا۔" (ص: 263، حاشیہ قرآن)

20- ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ (النساء: ۶۴)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔" (ص: 113)

محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں: "کیوں کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیوں کہ ہو آپ کا وجود ربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرنا جب ہی مقصود ہے کہ آپ (ﷺ) قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیہ "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَ أَرَوَّاجُهُ أَهْلُهَا أَنفُسُهُمْ" کے دونوں جملے جدی جدی (جدا جدا) آپ (ﷺ) کی حیات پر ایسی دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں۔" (آب حیات، ص: 40)

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: "اور "جاؤک" (آپ کے پاس آتے) یہ عام ہے خواہ حیات میں ہو یا بعد از موت۔" (علا الدینی، ص: 145)

21- ﴿وَلَا يَحْزَنُوا لَهَا ۖ الْغَنِيَّاتُ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتُ﴾ (الاعراف: 157/7)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: "اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔" (ص: 351)

22- ﴿وَلَا يَحْزَنُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ (توبہ: 29/9)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: "اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے۔" (ص: 394)

"اسلام اور عقلیات" (مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، لاہور، 1977ء) کے ص: 94 پر اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" (ابن ماجہ جلد 1) یعنی فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جس بات میں تم کو حکم دوں اس کو کرو اور جس بات سے منع کروں اس سے باز رہو..... یہ اوامر و نواہی علاوہ تصریحات قرآنی کے ہیں۔

حدیث جو بہت صریح ہے عن المقدم بن معديكر بن الكندي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: يُؤْشِكُ الرَّجُلُ مُتَكِنًا عَلَىٰ أَرْبَعِيهِ يُحَدِّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابٌ

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، الْاَوَّانِ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (رواوا ابن ماجہ) مقدم بن معدی کرب (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی اپنی مسند پر اکڑ کر بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میری کوئی حدیث بھی جاوے تو وہ یوں کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ (قرآن) موجود ہے۔ ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اس کو حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ آگاہ ہونا چاہیے کہ جس چیز کو اللہ کے رسول (ﷺ) نے حرام کیا وہ بھی اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کی طرح حرام ہے۔“

کتاب ”فضائل حج“ (مطبوعہ تاج کینیڈین لمیٹڈ، لاہور، کراچی) میں محمد زکریا کاندھلوی حدیث نقل کرتے ہیں: ”حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ مدینہ منورہ کے دونوں جانب جو کنکریلی زمین ہے اس کے درمیانی حصہ کو میں حرام قرار دیتا ہوں..... جو شخص مدینہ طیبہ کے قیام کی مشکلات کو برداشت کر کے یہاں قیام کر لے گا میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ بنوں گا۔“ ف اس حدیث شریف میں کئی مضمون ہیں اور ہر مضمون بہت سی مختلف روایات میں وارد ہوا ہے۔ اول یہ ہے کہ میں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔ مدینہ منورہ کے دونوں جانب پتھرلی زمین ہے ان دونوں کے درمیانی حصے کا مطلب یہ ہے کہ تمام مدینہ اور اس کے قریب کی زمین کو حرام قرار دیتا ہوں۔ ”بخاری شریف“ اور ”مسلم شریف“ کی حدیث میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے حضور (ﷺ) کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جبل غیر اور جبل ثور کے درمیانی حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں..... حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جگہ محترم اور حرم کے حکم میں ہے نہ اس جگہ شکار کیا جائے نہ جانور مارا جائے۔ گھاس کاٹا جائے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں یہ چیزیں ناجائز ہیں ایسے ہی حضور (ﷺ) نے یہاں کے متعلق بھی ارشاد فرمایا۔“

”سفارشی یا گواہ“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”بعض روایات میں ”یا“ کے بجائے ”اور“ لکھا ہوا ہے کہ میں ان کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ اس روایت کے مطابق سب کے لیے دونوں چیزیں جمع ہو گئیں اور یہ سفارش اور شہادت جو ان حضرات کے لیے ہوگی وہ عام مومنین کے لیے سفارش اور شہادت کے علاوہ خصوصی ہوگی جو اہل مدینہ کے اعزاز و اکرام پر دلالت کرتی ہے.....“ (ص 211، 216)

23. ﴿وَإِنَّ لَكَ لَأَعْلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم: 4/68)

(ترجمہ از محمود حسن) اور تیرے واسطے بدلا ہے، بے انتہا اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر۔ حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ”قریب ہے کہ قلم اور اس کے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ کے ذکر خیر اور آپ کے لیے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کریمہ کے لیے روشن رکھیں گی..... ایک وقت آئے گا جب

ساری دنیا آپ کو حکمت و دانائی کی داد دے گی اور آپ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجمالی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل و آزال میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اس کے ایک شوشہ کو مناسکے، آپ غم گین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر مرد و فیض ہدایت بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے بچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ کو یقیناً ملنے والا ہے..... پھر جس کا مرتبہ اللہ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پروا ہونی چاہیے..... اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق و ملکات کا تھوڑا سا کیا جاسکتا ہے..... آپ کی زبان قرآن ہے اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تصویر۔ قرآن جس نیکی جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرۃ موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعاً اس سے نفور و بے زار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد کتاب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی۔ (ص: 732، مطبوعہ مجنور) اسی صفے پر عثمانی صاحب لکھتے ہیں جس ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے، اس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد (ﷺ) کی صورت میں جاری کر دینا بھی اسی رحمان مطلق کا کام ہو سکتا ہے..... (ص: 732)۔ مقررین سے عرض ہے کہ ”الغیر عزیزی“ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی میں سورہ نون والقلم کی ابتدائی آیات کی تفسیر فرمادے۔

24. ﴿وَعَسٰی اَنْ يَنْفَعَنَا﴾ (یوسف: 10/21)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے۔“ حاشیہ: ”جیسا پروردہ لوگ اپنے کام آ کر دیتے ہیں۔“ (ص 479، بیان القرآن)

25. ﴿وَعَسٰی اَنْ يَنْفَعَنَا﴾ (القصص: 28/9)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے۔“

26. ﴿وَإِلَّا لَكُمُ النَّارُ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (البقرہ: 2/164)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اور جہازوں میں جو کہ سمندروں میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر۔“ (ص 51، بیان القرآن)

27. ﴿وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ﴾ (النحل: 5/16)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے

اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو۔“ حاشیہ: ”چنانچہ بعض جانوروں کی کھال کا پوتین اور بال کا کبل بنتا ہے، کسی کا دودھ پیا جاتا ہے، کسی پر سوار ہوتے ہیں کوئی بل میں چلایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔“ (ص 533)

28- ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ﴾ (المومنون: 23/21)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو۔“ حاشیہ: ”کہ ان کے بال اور اون کام آتی ہے، بار برداری کے قابل ہیں..... طور کی تخصیص زیتون کے ساتھ بوجہ کثرت منافع کے ہے۔“ (ص 673، بیان القرآن)

29- ﴿وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾ (یس: 36/73)

ترجمہ از تھانوی: ”اور ان میں ان لوگوں کے اور بھی نفع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔“ حاشیہ: ”ان کے کام میں لانے سے کام دیتے ہیں، بال کھال ہڈی وغیرہ مختلف طریقوں سے استعمال میں آتے ہیں.....“ (ص 869، بیان القرآن)

30- ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبَلَّغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ﴾ (مومن: 40/80)

ترجمہ از تھانوی: ”اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے۔“ حاشیہ: ”جیسے کسی سے ملنے جانا تجارت کے لیے جانا وغیرہ وغیرہ۔“ (ص 921، بیان القرآن)

31- ﴿وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (الحج: 72)

ترجمہ از تھانوی: ”اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیت ہے اور ان کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔“ حاشیہ: ”تاکہ اس کے ذریعہ سے عالم کا انتظام رہے کہ ذرے سے بہت سی بے انتظامیاں بند ہو جاتی ہیں..... اکثر آلات میں لوہے کا خرچ ہے۔ لوہا جہاد میں بھی کام آتا ہے اور یہ بھی خرمی نفع ہوا۔“ (ص 1041، بیان القرآن)

32- ﴿لَا تَذَرُونِ أَتَاهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ (النساء: 4/11)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”تم پورے طور پر نہیں جان سکتے کہ ان میں کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک ہے۔“ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”ف دنیوی نفع مثلاً یہ کہ فلاں وارث ہماری خوب خدمت کرے گا اکثر اوقات وہ دغا دے جاتا ہے اور دوسرا شخص مخلص جستر للہ یا محبت کی وجہ سے زیادہ خدمت کیا کرتا ہے۔ اور اخروی نفع یہ کہ ہم کو یہ ثواب بخشا کرے گا یا آخرت میں شفاعت کرے گا.....“

(ص 162، بیان القرآن)

33- ﴿وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَمَا فِي الْأَرْضِ ط﴾ (الرعد: 13/17)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔“ حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے۔“ (ص 503، بیان القرآن)

34- ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۖ وَسَخَّرَ

لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ذَاتَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ (ابراہیم: 14/32، 33)

ترجمہ از تھانوی: ”اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا تاکہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا جو ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر بنایا۔“ (ص 519، بیان القرآن)

35- ﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لَنَا كُلُّوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ (الاحقاف: 16/14)

(ترجمہ) ”اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ۔“

(ص 534، بیان القرآن)

36- ﴿أَلَمْ نَرِ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ﴾ (الحج: 22/65)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ”کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزیں کو؟“ (ص 667، بیان القرآن)

37- ﴿وَاللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلُكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ ۖ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۖ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

قَبْلَ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (الباقیہ: 45/12-13)

ترجمہ از محمود حسن ایوبندی: ”اللہ وہ ہے جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو کہ چلیں اس میں بہاؤ اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو اور کام میں لگایا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں۔“ (ص 648)

38- ﴿وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۖ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ۖ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ

لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُخَصِّنْكُمْ مِّنْ ۚ بِأَسْكُمُ فَهَلْ آتَمَّ شَاكِرُونَ ۖ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ

عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ۖ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيمِينَ ۖ وَمِنَ الشَّيْطَانِ مَن يَغْوِصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا

ص 54 پر لکھتے ہیں: ”یہ جملہ حضرات ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باوجود افضل الخلائق و خاتم النبیین ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کے لیے اہل عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی، نبوت ہو یا رسالت، صدیقیت ہو شہادت، سخاوت ہو یا شجاعت، علم ہو یا مروت، فتوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اولاً بالذات آپ کی ذات والا صفات جناب باری تعالیٰ عز شانہ کی جانب سے مٹھیف کی گئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں بلکہ وجود جو کہ اصل جملہ کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی ان حضرات (اکابر دیوبند) کا یہی عقیدہ ہے۔“

مزید لکھتے ہیں: ”کمالات روحیہ میں کوئی شخص حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل اور مقارب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے اور درحقیقت کمالات تو کمالات روحی ہی ہیں جیسا کہ حقیقت انسان روح ہے اور یہ جسم خاکی تو قالب اور غلاف آدمی ہے۔ مدار فضائل کا عقلاء کے نزدیک انہیں کمالات روحی پر ہے جسمی پر نہیں۔ پس اعتبار جسم اطہر کے اگرچہ آپ (ﷺ) اولاد آدم اور بنی آدم ہیں لیکن باعتبار روح کے آپ سب کے امام اور باپ ہیں باوجود اس کے بہ نسبت حضرت علیہ السلام کے جملہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کو کمالات جسمیہ میں بھی خلائق میں یتکنا کی تھی اور ہے۔“ (ص 54، 55)

”یہ حضرات (دیوبند) فرماتے ہیں کہ علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عز اسمہ و اسرار حقانی کوئی وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ ہے کہ نہ کسی خلائق کو نصیب ہوا اور نہ ہوگا۔ علم اور ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند کرم منہ عنہ حضور علیہ السلام کا ہے علوم اولین و آخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ آپ سے افضل ہو۔“ (ص 67)

مزید لکھتے ہیں کہ: ”انبیاء علیہم السلام جیسے افضل ترین خلائق اور اشرف مخلوقات ہیں ایسے ہی ان کے علوم بھی نہایت اعلیٰ درجہ کے مطابق واقع کے صحیح صحیح ہیں اور کیوں کر نہ ہو آخر نبوت بھی تو کمالات علمی میں سے ہے۔۔۔۔۔ پھر حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس کلام میں مرکز ہیں جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام کے واسطے ذات والا صفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبع اور واسطہ ہو رہی ہے پس جو کچھ فیوضات کمالات علمیہ کے انبیاء عظام اور اولیاء کرام پر ہوتے ہیں وہ سب آپ (ﷺ) میں اولاً بالذات عطیہ ہوئے اور دوسروں میں ثانیاً و بالعرض پس آپ مصداق اعطی علم اولین و آخرین اور علم الخلائق قاطبہ ہوئے کوئی ادنیٰ شخص بھی حضور علیہ السلام کے علم الخلائق قاطبہ بالذات والصفات و افعالہ تعالیٰ اور حکم و اسرار و کلیات کوئی وغیرہ ہونے میں شک نہیں کر سکتا چہ جائے کہ اس کے خلاف کا منعقد ہو۔“ (ص 90)

واضح طور پر وہ لکھتے ہیں: ”حضرت رسول مقبول علیہ السلام کے علم کمالی کو اگر کوئی شخص ذاتی قرار دے گا بے شک بوجہ مشارکت بھٹہ اللہ تعالیٰ مشرک ہوگا اور اگر غیر ذاتی بلکہ باعطاء اللہ سبحانہ تعالیٰ اعتقاد کرے گا ہرگز مشرک نہ ہوگا۔“ (ص 94)

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

”اس شبہ کا جواب کہ تقدیر کس طرح بدل سکتی ہے؟

حضرت مجتہد صاحب قدس اللہ سرہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک بزرگ صاحب سلسلہ تھے، جن سے بہت فیض جاری تھا۔ مگر حضرت مجتہد صاحب کو ان کی بابت مکشوف ہوا کہ اس کا خاتمہ شقاوت پر ہوگا۔ پس حضرت مجتہد صاحب یہ دیکھ کر تڑپ ہی تو گئے۔ آپ کے دل نے گوارا نہ کیا کہ میرے رسول کی امت کا ایک شخص شقی ہو کر مرے۔ اور وہ شخص بھی کیسا جس سے ہزاروں کو دین کا فیض ہو رہا ہے۔ آپ نے (ارادہ کیا کہ) اس کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ مگر ڈرے کہ اس میں حضرت حق کی مزاحمت نہ ہو کہ تقدیر مکشوف ہونے کے بعد اس کے خلاف کی دعا کرتا ہے۔ مگر پھر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا مقلولہ یاد آیا کہ میں وہ شخص ہوں کہ حق تعالیٰ سے کہہ کر شقی کو سعید کر سکتا ہوں۔ اس پر مجتہد صاحب کی بھی ہمت ہوئی۔ معلوم ہو گیا کہ ایسی دعا کرنا خلاف ادب نہیں۔ چنانچہ پھر تو آپ نے اس کے لیے بہت دعائیں کیں۔ اور پھر وہ شخص کی کسی طرح اس شخص کی شقاوت کو مبدل بہ سعادت کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ آپ کو مکشوف ہو گیا کہ حق تعالیٰ نے اس کو سعید کر دیا۔ تب آپ کو چین آیا۔ تو دیکھئے مجتہد صاحب نے اس شخص کے حق میں در پردہ دعا کیا کہ اس شخص کو خبر بھی نہ تھی۔ اسے کچھ معلوم بھی نہ تھا کہ میرے واسطے کسی شخص کے دل پر ایسا گزیر رہا ہے۔ دراتوں کو نیند اس کی اڑ گئی ہے۔ خیر یہ واقعہ تو ہو گیا۔ مگر اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ تقدیر کس طرح بدل گئی جس کے خلق ارشاد ہے ﴿مَا يَسْذِلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ حضرت مجتہد صاحب نے اس شبہ کا جواب بھی خود ہی دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض امور کے متعلق لوح محفوظ میں اطلاق ہوتا ہے اور واقعہ میں وہ کسی قید کے ساتھ مقید ہوتے ہیں مگر وہ قید لوح محفوظ میں مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہ علم الہی میں ہوتی ہے۔ تو اس شخص کے متعلق لوح محفوظ میں تو صرف اتنا ہے تھا کہ اس کا خاتمہ شقاوت پر ہوگا مگر علم الہی میں اس کے ساتھ ایک قید تھی۔ یعنی بشرطیکہ کوئی مقبول بندہ اس کے لیے دعا نہ کرے سو یہ واقعہ تقدیر کے خلاف نہیں ہوا کیوں کہ اصل میں علم الہی کا نام ہے اسی لیے یہ حضرات اُم الکتاب کی تفسیر علم الہی سے کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں تغیر و تبدل کبھی نہیں ہو سکتا۔ پس دراصل اُم الکتاب وہی ہے گول لوح محفوظ بھی کتاب الممود و الاثبات کے اعتبار سے اُم الکتاب ہے۔ کیوں کہ لوح محفوظ میں اتنا تغیر و تبدل نہیں ہوتا جتنا کہ کتاب الممود و الاثبات میں ہوتا رہتا ہے۔ مگر فی الجملہ تغیر اس میں ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے اور جو تقدیر علم الہی کے درجے میں ہے

اس میں اس کا اصلاً احتمال نہیں پس حقیقت کے اعتبار سے اُم الکتاب وہی ہے.....“ (اشرف البواب کامل، ص 512؛ مطبوعہ ادارہ دالینفات اشرفیہ، ملتان 1984ء)

ص 70 پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”قرب نوافل اسے کہتے ہیں کہ سالک اپنے تئیں فاعل پائے اور حق کو اپنے اعضا چنانچہ بے یَسْمَعُ وَ بے یَبْصَرُ اس کا اشارہ ہے اور قرب فرائض اسے کہتے ہیں کہ سالک اپنے تئیں اعضا پائے اور حق کو فاعل جیسے الْحَقُّ يَنْطَلِقُ عَلَى لِسَانِ عَمَرَ اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ قرب ثمرہ دیتا ہے فناء و جود سالک کا بخلاف پہلے قرب کے اور جمع بین القربین یہ ہے کہ سالک اپنے تئیں درمیان میں کچھ نہ پائے نہ فاعل نہ اعضا چنانچہ بعض اہل دل نے اس مقام سے ایسا اشارہ کیا ہے۔ مصرعہ ”عشق ست درمیانہ بر ماہد بہانہ۔ اور آئیہ کریمہ ”وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“ گویا تینوں مقام کی خبر دیتا ہے کیوں کہ ”مَا رَمَيْتْ“ قرب فرائض سے ہے اور ”إِذْ رَمَيْتْ“ کنایہ قرب نوافل سے ”وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“ اشارہ جمع بین القربین ہے۔“ اس آیت کا ترجمہ بھی اسی کتاب سے ملاحظہ ہو: ”اور نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔“ (ص 55)

مقرئین سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب ”انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ“ کی ”فصل فناء اور بقائیں“ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

مقرئین نے جو آیات قرآنی نقل کی تھیں اور ان سے جو غلط استدلال کیا تھا اس کا جواب اس فقیر نے آیات قرآنی ہی سے اور مقرئین کے اکابر ہی کی تفسیروں اور تحریروں سے پیش کیا ہے۔ آیات قرآنی کے بعد اب احادیث مبارکہ سے مزید جواب تحریر کر رہا ہوں مگر یہ بیانیہ اعلیٰ حضرت مجتہد دہلوی علیہ الرحمہ کا ہے، ملاحظہ ہو:

احادیث مبارکہ:

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمام عالم کا سردار ہوں۔ (جامع الاحادیث: 2807، ص 13، جلد چہارم۔ تجلی الہدیین، ص 93)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ در اقدس پر کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیٹھے حضور سید عالم ﷺ کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے۔ حضور تشریف فرما ہوئے، انہیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا، دوسرا ابولا: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے واسطہ کلام فرمایا، تیسرے نے کہا: اور حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ وروح اللہ ہیں، چوتھے نے کہا: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام صغی اللہ ہیں، جب وہ سب کہہ چکے حضور پر نور صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ قریب آئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسیٰ نبی اللہ ہیں اور وہ بے شک ایسے ہی ہیں، اور

عیسیٰ روح اللہ ہیں اور واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم صغی اللہ ہیں اور وہ حقیقت میں ایسے ہی ہیں، بن لو اور میں اللہ کا پیارا ہوں اور کچھ فقر مقصود نہیں، میں روز قیامت بواہم الحمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے ہوا سب ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں، میں پہلا شافع اور پہلا مقبول الشفاعۃ ہوں اور کچھ افتخار نہیں، سب سے پہلے میں دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا، اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا، اور میں سب اگلوں اور پچھلوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ عزت والا ہوں اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

(جامع الاحادیث: 2808، ص 13، جلد چہارم۔ تجلی الہدیین، ص 94)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ سے بنایا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا، آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل دیا؟ فوراً جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور کا رب ارشاد فرماتا ہے: اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا تو تمہیں حبیب کیا، اور اگر موسیٰ سے زمین میں کلام فرمایا تم سے آسمان میں کلام کیا، اور اگر عیسیٰ کو روح اللہ سے بنایا تو تمہارا نام آفرینش خلق سے دو خدائیں ہیں پہلے پیدا کیا، اور بے شک تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا اور نہ تمہارے بعد کسی کی دوسائی ہے، اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تمہیں خاتم الانبیاء ٹھہرایا، اور تم سے زیادہ عزت و کرامت والا کسی کو نہ بنایا۔ قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گسترده، اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ، تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا، کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تم میرے ساتھ جاؤ گے چاہے اور بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، مگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

(جامع الاحادیث: 2813، ص 17، جلد چہارم۔ تجلی الہدیین، ص 72)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے میں جنت کو نہ بناتا، اور اگر تم نہ ہوتے میں دوزخ کو نہ بناتا۔ (جامع الاحادیث: 2814، ص 19، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یعنی آدم و عالم سب تمہارے طفیل ہیں تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا، جنت و نار کس کے لیے ہوتیں، اور خود دخت ناز جزائے عالم سے ہیں جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا۔ (علیہ السلام)

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل منظور نور اوست دگر جملگی ظلام (تجلی الہدیین، ص 72)

حق عز وجل اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد فرماتا ہے:

يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ نُورٌ نُورِي وَسِرٌّ سِرِّي، وَكَنُوزٌ هِدَايَتِي وَخَزَائِنُ مَعْرِفَتِي، جَعَلْتُ فِدَا لَكَ مُلْكِي مِنَ الْعَرْشِ إِلَى مَا تَحْتَ الْأَرْضَيْنِ، كُلُّهُمْ يَطْلُبُونَ رِضَانِي، وَأَنَا أَطْلُبُ رِضَاكَ يَا مُحَمَّدُ!

(ترجمہ) اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے، میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اے محمد!

اللَّهُمَّ رَبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، أَسْأَلُكَ بِرِضَاكَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَرِضَا عَنْكَ أَنْ تَرْضَى عَنَّا مُحَمَّدًا، تَرْضَى عَنَّا بِمُحَمَّدٍ، آمِينَ، إِلَهَ مُحَمَّدٍ وَصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ. (تجلی الیقین، ص: 85، جامع الاحادیث: 27)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبریل نے مجھ سے عرض کی: میں نے پورب پچھتم ساری زمین الٹ پلٹ کر دیکھی، کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل نہ پایا، نہ کوئی خاندان، خاندان بنی ہاشم سے بہتر نظر آیا۔

(جامع الاحادیث: 2824، ص: 30، جلد چہارم)

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صحت کے انوار اس متن کے گوشوں پر چمکتے ہیں۔ نقلہ فی الموابہب۔ (تجلی الیقین، ص: 138)

مولانا فاضل علی قاری ”شرح شفا“ میں علامہ تلمسانی سے ناقل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جس چیز سے تم کو منع کروں باز رہو، اور جس چیز کا حکم دوں اس پر حسب استطاعت عمل کرو، کہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوالات اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حکم عدولی نے ہلاک کیا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ظَاهِرُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَاطِنُ

میں نے کہا: اے جبریل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں، عرض کی میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اس نے حضور کو ان عشقوں سے فضیلت اور تمام انبیاء و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے، اپنے نام و صفت سے حضور کے لیے نام و صفت مشتق فرمائے ہیں۔ حضور کا اول نام رکھا

کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سے سب سے موخر اور آخر اکرم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں، اور باطن اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساقی عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا، میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے یہاں تک کہ حق جل و علا نے حضور کو مبعوث فرمایا: خوش خبری دینے اور ڈر سنانے کے لیے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چراغ تاباں، اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف و فضل سب اہل آسمان و زمین پر آشکار کیا۔

تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجے، اللہ تعالیٰ حضور پر درود بھیجے، حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد، اور حضور کا رب اول و آخر و ظاہر باطن ہے، اور حضور اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سن کر حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنِي عَلَى جَمِيعِ النَّبِيِّينَ حَتَّى فِي اسْمِي وَصِفَتِي، حمداً اُكُو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں کہ میرے نام اور صفت میں۔

حکیم نقل و قال: روى التلمساني عن ابن عباس، وظاهره انه اخرجه بسنده الى ابن عباس، فان ذلك هو الذي يدل عليه روى، كما في الزرقاني والله سبحانه تعالى اعلم.

(تجلی الیقین، ص: 151، جامع الاحادیث: 33-34)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد ﷺ سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے تیری جان کی قسم۔ (الآیۃ)۔ (جامع الاحادیث: 2830، ص: 36، جلد چہارم۔ تجلی الیقین، ص: 32)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جس چیز سے تم کو منع کروں باز رہو، اور جس چیز کا حکم دوں اس پر حسب استطاعت عمل کرو، کہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوالات اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حکم عدولی نے ہلاک کیا۔

(جامع الاحادیث: 2873، ص: 118، جلد چہارم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور سید عالم ﷺ کے دولت خانہ کے قریب بیٹھا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے تشریف لائے، دونوں حضرات نے فرمایا: اے اسامہ! ہمارے لیے حضور سے باریابی کی اجازت لے لو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت علی و حضرت عباس آپ کی خدمت میں

حاضری کی اجازت کے طالب ہیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دونوں کس لیے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں، آنے دو، دونوں حضرات نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عرض کیا: ہم آپ کے خاص گھر کی بات نہیں کر رہے، فرمایا مجھے اپنے اقربا میں وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے انعام کیا، یعنی اسامہ بن زید، پھر عرض کیا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، یہ سن کر حضرت عباس بول اٹھے، یا رسول اللہ! کیا آپ کے چچا کا مقام بعد میں ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت علی تم پر ہجرت میں سبقت حاصل کر چکے ہیں۔

(جامع الاحادیث: 2877، ص 121 تا 122، جلد چہارم، 12م)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری ”مرقات“ میں فرماتے ہیں:

سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے ہی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمت بخشی اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے جس کی تصریح قرآن کریم میں ارشاد ہوئی کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی، اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس میں نہ کسی کا خلاف اور نہ اصلاح، آیت اگرچہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی مگر سید عالم ﷺ نے اس کا مصداق اسامہ بن زید کو ظہر ایا کہ پسر تابع پڑے، افادہ فی ”المرقات“

اقول: نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تمام اہل اسلام اولین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ ﷺ نے نعمت دی، پاک کر دینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیت کریمہ میں بارہا بنا ہوگا کہ ”يُزَكِّيهِمْ“ یہ نبی انہیں پاک اور ستھرا کر دیتا ہے۔ بلکہ لا زال اللہ تمام جہان میں کوئی شئی ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو، اور اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو، فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: 21/156)

(ترجمہ) ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

جب وہ تمام عالم کے لیے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل کفر و اہل کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چناں کو بہتر کہ آفتاب سیاہ (الامن والاعلیٰ ص: 136)

حضرت ربیعہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس ﷺ کی

خدمت میں حاضر تھا، آپ کے وضو وغیرہ کے لیے پانی لے کر حاضر ہوا، حضور سید العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں، عرض کی: میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو، فرمایا: بھلا اور کچھ؟ عرض کی: بس میری مراد تو یہ ہی ہے، فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے پر کثرت بتو دے۔ (جامع الاحادیث: 2880، ص 125، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمد للہ، یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح اپنے ہر فقرہ سے وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اغنی، کہ میری اعانت کر، اسی کو استعانت کہتے ہیں، یہ درکنار حضور والا ﷺ کا مطلق طور پر سہل، فرمانا: کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ جان وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلا تقيّد و تخصیص فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ”شرح مشکوٰۃ شریف“ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: از اطلاق سوال کہ فرمودہ ”سل“ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہست و کرامت اوست ﷺ، ہرچہ خواہد و ہر کر خواہد باذن پروردگار خود دہد۔

فَإِنْ مِّنْ حُجَّةٍ لِّلدُّنْيَا وَصَرَّفَهَا، وَمِنْ غُلُومِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ.

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں: یوخذ من اطلاق اللہ ﷺ الأمر بالسؤال ان اللہ تعالیٰ مکملہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق.

یعنی حضور اقدس ﷺ نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

پھر لکھا: ابن سبع وغیرہ علمائے کرام نے حضور اقدس ﷺ کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا کہ جنت کی زمین اللہ عزوجل نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔

امام اجل سیدی ابن حجر کی قدس سرہ الملکی ”جوہر منقظم“ میں فرماتے ہیں: ”بے شک حضور نبی کریم ﷺ اللہ عزوجل کے خلیفہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے دست قدرت کے فرماں بردار اور حضور کے زیر حکم و ارادہ و اختیار کر دیئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے۔“ اس مضمون کی تصریحیں کلمات ائمہ و علماء و اولیاء و عرفاء، قدست اسرار ہم میں حد تو اتر پر ہیں، جو ان کے انوار سے دیدہ ایمان منور کرنا چاہے فقیر کا رسالہ ”سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری“ مطالعہ کرے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جس کا کوئی تمہیں نہ ہو اللہ و رسول اس کے تمہیں ہیں۔

(جامع الاحادیث: 2881، ص 127 تا 128، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یعنی حافظ و ناصر اللہ و رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ. (المائدہ: 55)

یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول: یہاں اللہ و رسول اور نیک بندوں میں مدد کو مختصر فرمایا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں، ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

قال تعالیٰ:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ الْآيَةُ (التوبہ: 71)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالاں کہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے:

مَالَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ الْآيَةُ (الحج: 26/18)

اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

”معالم التنزیل“ میں ہے: (مالہم) ای لاهل السموات والأرض (من دونه) ای من

دون اللہ (من ولی) ناصر۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا گھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صلاحیت کو

رسول و صلحا کے لیے ثابت کیا، جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں۔ مگر بھلا

تعالیٰ اہل سنت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ذاتی و عطائی کا فرق سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ بالذات مددگار

ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول و اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت دینے سے مددگار ہیں۔ واللہ الحمد۔

اب اتنا سمجھ لیجئے کہ مدد کا ہے کے لیے ہوتی ہے؟ دفع بلا کے لیے، تو جب رسول اللہ اور اللہ کے

مقبول بندے بعض قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعاً دفع البلا بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ سبحانہ

بالذات دفع البلا، اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عطاۃ خدا، والحمد للہ العلی الاعلیٰ۔

پنج آیت از تورات و انجیل وزبور مقدسہ:

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور دارمی و طبرانی و یعقوب بن سفیان حضرت

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے راوی کہ تورات مقدس میں حضور پر نور دفع البلا ﷺ کی صفت یوں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا وَ جُرْزًا لِلْأَمِّيِّينَ (الی قولہ تعالیٰ) يَغْفِرُ وَ يُغْفِرُ.

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑتوں کے

لیے پناہ، معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔ حرز بھی رب العزت جل جلالہ کی صفات سے

ہیں۔ حدیث میں ہے: يَا جُرْزُ الضُّعَفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ!

علامہ زرقانی ”شرح مواہب شریفہ“ میں فرماتے ہیں: جعلہ نفسہ حرزاً مبالغۃ لحفظہ لہم

فی الدارين.

یعنی حضور نبی کریم ﷺ پناہ دینے والے ہیں، مگر رب تبارک و تعالیٰ نے حضور کو بطور مبالغہ خود پناہ

دیا جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں، اور اس صفت کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ دنیا و آخرت

میں اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

ہاں ہاں، قہر دار ہوشیار، اے نجدیان نابکار! ذرا کم سن نو پیدا عیارہ خام پارہ و ہایت ناکارہ کے ننھے

سے کھینچ کر ہاتھ دھریں، تورات و زبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی، نوخیز و ہایت کی نادان جان پر قہر

الہی کی بجلیاں گرائیں گی، افسوس تمہیں تورات و زبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا ہے، جب تم قرآن کی نہ سنو،

اللہ کا کذب تم ممکن نہ مگر جان کی آفت، گلے کا غل تو یہ ہے کہ یہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل

فرمائیں، کلام الہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، اور طریقت کے دادا۔ اب نہ

انہیں مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الہی پر ایمان لانے کو روشنی و ہایت بنتی ہے، نہ روئے رفتن، نہ رائے ماندن۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان لیوا ہلائے صحبت مجنون و فرقت مجنون

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چہونوں سے لپائی اکھڑیاں اوپر اٹھائیں، اور بجمہ وہ سنئے کہ

ایمان نصیب ہو تو سنی ہو جائیے۔

جناب شاہ صاحب ”تحفہ اثنا عشریہ“ میں لکھتے ہیں:

توریت کے سفر چہارم میں ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: بے

شک ہاجرہ کے اولاد دہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے۔ اور سب کے ہاتھ اس کی

طرف پھیلے ہیں۔ عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون محمد رسول اللہ ﷺ سید الکون، معطی العون، قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہاں کے اُجالے، حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و محتاجی کے ہاتھ ہر لیم بے قدر سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف و رحیم کے سامنے پھیلائے، والحمد للہ رب العالمین۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستان بتایا

نیز ”تھڑ“ میں ”زبور شریف“ سے منقول: اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر میں اس لیے برکت دیتا ہوں، تو اپنی تلوار جمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی سچی کتاب لایا اللہ: برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھرگنی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا ﷺ۔

اے احمد پیارے ﷺ کے مملوک! خوشی و شادمانی ہے تمہارے لیے، تمہارا مالک پیارا سراپا کرم و سراپا رحمت ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

عہد مہالب شیریں دہناں بست خدائے باہمہ بندہ و ایں قوم خداوند اند

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

حضرت امّ دردا، رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تم توریت میں حضور اقدس ﷺ کی نعت پاک کیا پاتے ہو؟ کہا: حضور کا وصف توریت مقدس میں یوں ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خو، نہ سخی، نہ غصہ، نہ باز آروں میں چلانے والے ہیں، وہ کنجیاں دیے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے درویشی کو دیکھیں بیٹا اور بہرے کاں ٹھنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کر دے، یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے، اور اسے ضرور کئے جائیں گے سے بچائیں گے۔ (جامع الاحادیث: 2882، ص 132، جلد چہارم)

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صفت و ثنا ”انجیل پاک“ میں مکتوب ہے، نہ سخت دل ہیں، نہ درشت خو، نہ باز آروں میں شور کرتے انہیں کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ باقی عبارت مثل توریت مبارک ہے۔ (جامع الاحادیث: 2883، ص 133، جلد چہارم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سور ہاتھا کہ تمام خزانہ زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

(جامع الاحادیث: 2884، ص 133، جلد چہارم)

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع الاحادیث: 2885، ص 133 تا 134، جلد چہارم)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور مالک تمام دنیا ﷺ فرماتے ہیں: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں، جبرئیل لے کر آئے، اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانٹش و نگار پڑا تھا۔ (جامع الاحادیث: 2886، ص 134، جلد چہارم)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نور ابو القاسم ﷺ فرماتے ہیں مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔ (جامع الاحادیث: 2887، ص 134، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یعنی غیوب خمسہ، علامہ ”فنی“ ”حاشیہ جامع صغیر“ میں فرماتے ہیں: ثم اعلم بھا بعد ذلک۔ پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں۔ ان کا علم بھی دیا گیا۔ اسی طرح امام ابوالدین سیوطی نے بھی ”خصائص کبریٰ“ میں نقل فرمایا۔

علامہ اسی طرح ”فتح المبین“ امام ابن حجر کی میں فرماتے ہیں: یہ ہی حق ہے۔ واللہ الحمد۔

اس مقام کی تحقیق انہی فقیر کے رسالہ ”مالی الحبیب بعلم الغیب“ میں دیکھئے۔ واللہ التوفیق۔

(الامن والعلی، ص: 94)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور مالک غیور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدہ میں پڑے ہیں، ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے، اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں، کہنے والا کہہ رہا تھا، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں، سب پر حضور ﷺ نے قبضہ فرمایا، پھر ایک اور ابر نے آ کر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے، پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے۔ اور کوئی منادی پکار رہا ہے۔ واہ واہ ساری دنیا محمد ﷺ کی مٹھی میں آئی، زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔ (جامع الاحادیث: 2888، ص 135، جلد چہارم)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رضوان خازن جنت علیہ السلام نے بعد ولادت حضور سید الکونین ﷺ کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش

اقدس میں عرض کی: حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں، رُعب و دبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے۔ جو حضور کا چہ چائے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا، اگرچہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب! ﷺ۔ (جامع الاحادیث: 2889، ص 135-136، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آگیا، اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہیے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں؟ ایک دنیا کے کتے کا نائب کہیں کا صوبہ دار وہاں کے سیاہ و سفید کا مختار ہوتا ہے، مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے؟ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ، بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدر نہ جانی لَا وَاللَّهِ! اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرف نام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا ہے ﷺ (الامن والاعلیٰ، ص 96)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روئے اور عرض کی: میری جان و مال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یا رسول اللہ!۔ (جامع الاحادیث: 2893، ص 139، جلد چہارم۔ الامن والاعلیٰ، ص 103)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جو زمین کسی کی ملک نہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے۔ (جامع الاحادیث: 2894، ص 139، جلد چہارم)

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قدیم زمین اللہ و رسول کی ملک ہیں۔ (جامع الاحادیث: 2895، ص 139-140، جلد چہارم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ و رسول ہیں، جل جلالہ ﷺ۔

(جامع الاحادیث: 2896، ص 140، جلد چہارم۔ الامن والاعلیٰ، ص 108)

یا مالک الناس و دیان العرب ☆ انی لقیبت ذریۃ من الذریۃ
قال : فجعل النبی ﷺ یقول :

وہن شر غالب لمن غلب . یتمثلہن

حضرت عبداللہ بن عمرو مازنی اشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ اشعار عرض کئے۔ اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے میرا پالا ایک ایسی عورت سے پڑ گیا ہے جو نہایت زبان دراز ہے حضور اقدس ﷺ نے ان کی فریاد سن کر شکایت رفع فرمادی۔

دوسرے اشعار بھی اس موقع پر انہوں نے سنائے تھے جن میں ان کی بیوی کے فرار کا قصہ اور آخر

میں یہ شعر بھی تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آخری مصرع سن کر اس کو بطور مثل متعین فرمادیا کہ عورتیں بڑے بڑوں کو نا کوں چنے چبوا دیتی ہیں۔ (جامع الاحادیث: 2897، ص 140-141، جلد چہارم)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہنا شروع کیا اللہ کی دہائی، اللہ کی دہائی، انہوں نے ہاتھ نہ روکا، غلام نے کہا: رسول خدا کی دہائی فوراً ہاتھ چھوڑ دیا، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! بے شک اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تو اس غلام پر، انہوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔ (جامع الاحادیث: 2899، ص 143، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمد للہ، اس حدیث صحیح کے تیسرے کو دیکھئے، حیا ہو تو وہابیت کو ذوب کرنے کو بھی جگہ نہیں، یہ حدیث تو خدا جانے پیاروں پر کیا کیا قیامت توڑے گی، رسول اللہ ﷺ کی دہائی دینا ہی ان کی دہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں: وہ اللہ عز و جل کی دہائی دیتا رہائیں نے نہ چھوڑا، جب حضور نبی کریم ﷺ کی دہائی دی فوراً چھوڑ دیا۔

علامہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ کی دہائی سن کر حضور کی عظمت دل پر چھائی ہاتھ روک لیا۔
انصاری دہائی پہلی بات ایک معمولی (روزمرہ کے معمول میں) ہو جانے سے ایسی موثر نہ ہوئی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات کا اثر زیادہ پڑتا ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ کی دہائی بعینہ اللہ عز و جل کی دہائی ہے، اور حضور کی عظمت اللہ عز و جل ہی کی عظمت سے ناشی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ ایک صاحب اپنے کسی غلام کو مار رہے تھے، وہ کہہ رہا تھا اللہ کی دہائی، اتنے میں غلام نے حضور سید عالم ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا، اب کہا: رسول کی دہائی فوراً ان صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: سنتا ہے خدا کی قسم! بے شک اللہ عز و جل مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دہائی دینے والے کو پناہ دی جائے۔ ان صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ! تو وہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔

(جامع الاحادیث: 2900، ص 144، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمد للہ، اس حدیث نے تو اور بھی پانی سر سے تیر کر دیا، صاف تصریح فرمادی کہ حضور اقدس ﷺ نے غلام کی دونوں دہائیاں بھی سنیں، اور پہلی دہائی پر ان کا نہ رکننا اور دوسری پر فوراً باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا، مگر افسوس وہابیت کی ذلت و مردودیت کہ نہ تو حضور اقدس ﷺ اس غلام سے فرماتے ہیں کہ تو مشرک ہو گیا، اللہ کے سوا میری دہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس

طرح کہ اللہ عزوجل کی ذہائی چھوڑ کر، نہ آقا سے ارشاد کرتے ہیں کہ ہیں یہ کیسا شرک اکبر؟ خدا کی ذہائی کی وہ بے پرواہی اور میری ذہائی پر یہ نظر، ایک تو میری ذہائی مافی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی ذہائی نہ مان کر، افسوس آقا و غلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر نصیحت فرماتے ہیں کہ وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے۔

ذہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی ذہائی دینے پر پناہ دینی بھی ثابت رکھی، صرف اتنا ارشاد ہوا کہ خدا کی ذہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ چلنے سے باز رہو راتھمہر گیا۔ (جامع الاحادیث: 2904، ص 152، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: اس ”حدیث حسن“ کا واقعہ اس ”حدیث صحیح“ کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور کے لیے پلٹا ہے، یہاں تک کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر کہ خدمت گزاری محبوب باری ﷺ میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی۔ امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

الحمد للہ، اسے خلافت رب العزت کہتے ہیں کہ ملک السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوق الہی کو ان کے لیے حکم اطاعت و فرماں برداری ہے، وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے، وہ محبوب اجل و اکرم خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ جب دودھ پیتے تھے گوارہ میں چاندان کی غلامی بجالاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا۔

حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما عم مکرم سیدنا اکرم ﷺ نے حضور کے مرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزہ کا دیکھنا ہوا، میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور کہہ رہے ہیں چاند سے باتیں فرماتے، جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا، اور مجھے رونے سے بہلاتا میں اس کے گرنے کا دھماکا سنتا تھا جب وہ زیر عرش سجدہ میں گرتا۔ (جامع الاحادیث: 2905، ص 152 تا 153، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں: یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔ جب دودھ پیتوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب کہ خلافت اللہ اکبری کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا مجال کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے۔ آفتاب و ماہ تاب درکنار، واللہ العظیم! ملائکہ مدبرات الامر کہ تمام نظم و نسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (ترجمہ) میں

تمام مخلوق الہی کی طرف رسول بھیجا گیا۔

قرآن فرماتا ہے: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان: 1/25) (ترجمہ) برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

اہل عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی۔

حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ، قَالَ: رُدُّوْهَا عَلَيَّ. یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا، ارشاد فرمایا: پلٹا لاؤ میری طرف۔

امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی، کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب ان ملائکہ سے جو آفتاب پر متعین ہیں، یعنی نبی اللہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا اور سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔

”وَمَا لَمْ يَنْتَهِ لَيْلٌ“ میں ہے:

حُكْمِي عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: مَعْنَى قَوْلِهِ رَدُّهَا عَلَى يَقُولِ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِأَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلَائِكَةِ الْمُؤَكَّلِينَ بِالشَّمْسِ رَدُّهَا عَلَى يَعْنِي الشَّمْسُ لَرَدُّهَا عَلَيْهِ حَتَّى صَلِيَ الْعَصْرُ فِي وَقْتِهَا.

سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نا نہان بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحية، سے ایک جلیل القدر نائب ہیں، پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے ﷺ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ ”مواہب لدنیہ و مخ محمدیہ“ میں فرماتے ہیں:

هو ﷺ خزانة السر و موضع نفوذ الأمر، فلا ينفذ أمر إلا منه ولا ينقل خيراً إلا منه ﷺ۔

أَلَا بِأَمْرِ مَنْ كَانَ مَلِكًا وَ سَيِّدًا وَ آدَمُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الطُّيْنِ وَ أَقِفْ إِذَا رَامَ أَمْرًا لَا يَكُونُ خِلَافَةً وَ لَيْسَ لِكَ الْأَمْرِ فِي الْكُونِ صَارِفٌ یعنی، حضور نبی کریم ﷺ خزانہ راز الہی و جائے نفاذ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے، ﷺ۔

خبردار ہو! میرے باپ قربان ان پر جو بادشاہ و سردار ہیں اس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب و گل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے، وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا، تمام جہاں میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں ﷺ

اقول: اور ہاں کیونکہ کوئی ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الہی کسی کے پھیرے سے نہیں پھرتا۔

لا راد لقضائہ ولا معقب لحکمہ، یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہ چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے ان عورتوں پر رشک آتا ہے جنہوں نے اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کے لیے جہہ کر دیا تھا، چناں چہ میں نے کہا: عورت اپنے آپ کو کس طرح جہہ کر سکتی ہے۔ (جامع الاحادیث: 2906، ص 154 تا 155، جلد چہارم)

جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب بیمار پڑے تو رسول اللہ ﷺ عیادت کو تشریف لے گئے، ابوطالب نے عرض کی: اے بھتیجے! میرے لیے اپنے رب سے جس نے حضور کو بھیجا ہے میری تندرستی کی دعا کیجئے، سید عالم ﷺ نے دعا کی، الہی! میرے چچا کو شفا دے، یہ دعا کرتے ہی ابوطالب اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی ہو۔ حضور سے عرض کی: اے میرے بھتیجے! بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے چچا! اگر تو اس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی یوں ہی معاملہ فرمائے گا۔

(جامع الاحادیث: 2907، ص 155 تا 156، جلد چہارم۔ الامن والعلیٰ ص: 134)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انصار نے ایک مرتبہ بطور فخر کہا کہ ہم نے نہایت عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں، اس پر حضرت عباس یا بن عباس نے فرمایا: ہمیں تم پر فضیلت حاصل ہے، یہ گفتگو حضور تک پہنچی تو حضور اقدس ﷺ ان کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے گروہ انصار! کیا تم ذلیل و کمزور قوم نہیں تھے؟ کہ اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں عزت بخشی، بولے: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا: کیا تم بے راہ رو اور گمراہ نہیں تھے کہ میرے طفیل تمہیں ہدایت ملی، بولے: ہاں رسول اللہ! فرمایا: جواب میں تم مجھ سے کچھ کیوں نہیں کہتے؟ بولے ہم کیا جواب دیں؟ فرمایا: تم یہ کیوں نہیں کہتے: کہ کیا ایسا نہیں کہ جب مکہ سے آپ کی قوم نے آپ کو نکالا تو ہم نے ہی آپ کو ٹھکانا دیا، آپ کی قوم نے جھٹلایا تو

اس وقت ہم نے آپ کی تصدیق کی، جب آپ کی قوم نے بے یار و مددگار چھوڑا تو ہم نے آپ کی مدد کی حضور سید عالم ﷺ اسی طرح فرما رہے تھے کہ انصار کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی: ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے سب اللہ و رسول کا ہے۔ (جامع الاحادیث: 2912، ص 163 تا 164، جلد چہارم۔ الامن والعلیٰ ص: 103)

أَمِنُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ فِي كَرَمِ قَاتِكَ الْمَرْءُ تَرَجُّوهُ وَتَدَّخِرُ
أَمِنُ عَلَى بَيْضَةِ قَدِّ عَاقِبَتِهَا قَدَرُ مَشَتْ شَمْلَهَا فِي ذَهْرِهَا غَيْرُ
أَبَقْتُ لَنَا الذَّهْرَ هُنَا فَأَعْلَى حُزْنِ عَلَى قُلُوبِهِمُ الْعَمَاءُ وَالْغَمَرُ
إِنْ لَمْ تُدَارِكْهُمْ نِعْمَاءُ تُنْشِرُهَا يَأْزِجُ النَّاسَ حِلْمًا حِينَ يُخْبِرُ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور کے ساتھ تھے جب حضور اقدس ﷺ نے روزِ تحمیل زنانہ و صبیان بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال و غلام و کنیز مجاہدین پر تقسیم فرمادیئے، اب سرداران قبیلہ اپنے اہل و عیال و اموال حضور سے مانگنے کو حاضر ہوئے، زبیر بن صرد بخشی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہم پر احسان فرمائیے اپنے کرم سے، حضور ہی وہ مرد کامل و جامع فاضل و محاسن و تمام ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لیے ذخیرہ بنائیں۔ احسان فرمائیے اس خاندان پر کہ اللہ نے آپ کے آگے آئی اور اس کی جماعت تتر بتر ہو گئی، اس کے وقت کی حالتیں بدل گئی، یہ بد حالیاں جو آپ کے لیے ہم میں لم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج و غیظ مستولی ہوگا۔ اگر حضور کی مجلس میں حضور نے ارشاد فرمایا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں، اے آزمائش کے وقت تمام جہان سے زیادہ عقل والے ﷺ۔

یہ اشعار سنی کر سید اہل بیت ﷺ نے فرمایا: جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ میں آیا وہ میں نے تمہیں بخش دیا، قریش نے عرض کی: جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی: جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے۔ جل جلالہ و ﷺ۔

(جامع الاحادیث: 2913، ص 164 تا 165، جلد چہارم)

اتيناك والعذراء يدمي لبانها وقد شغلت ام الصبي عن الطفل
والقى بكفيه الصبي استكانة من الجوع ضعف ما يمر ولا يخلي
ولا شيء مما يأكل الناس عندنا سوى الحنظل العامي والعلهر الفسل
وليس لنا الا اليك فرارنا واثن فرار الناس الا الى الرسل

فقام رسول اللہ ﷺ بجز رداءه حتى صعد المنبر ثم رفع يديه الى السماء، فقال:

اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا غَدَقًا، طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِبٍ، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ تَمْلَأُ بِهِ الصَّرْعَ وَتُنْبِتُ بِهِ الزَّرْعَ تُخَيِّئُ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرِجُونَ، فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ يَدِيهِ إِلَى نَحْرِهِ حَتَّى الْقَتَّ السَّمَاءَ بِأَبْرِ اقْهَاءَ، وَجَاءَ أَهْلُ الْبَطَانَةِ يَعْنِجُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! الْغُرُقُ الْغُرُقُ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، فَانْجَابَ السَّحَابُ عَنِ الْمَدِينَةِ حَتَّى أَحْدَقَ بِهَا كَالْإِكْلِيلِ، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ: لِلَّهِ دَرُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ لَوْ كَانَ حَيًّا قَرْتَا عَيْنَاهُ مِنْ يَنْشُدُنَا قَوْلَهُ؟ فَقَامَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانِكَ أَرَدْتَ:

و ابيض يستسقى الغمام بوجهه
ثمال اليتامى عصمة للأرامل
يلوذ به الهلال من آل هاشم
فهم عنده فى نعمة و فواضل
كذبتم وبيت الله يبرى محمدا
ولما نقاتل دونه و نناضل
ونسلمه حتى نصرع حوله
ونلهل عن ابنائنا و الحلال
قال: اجل ذلك اردت.

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: ہم در دولت پر شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں، ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں، کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے ہیں) ان کی چھاتی سے خون بہہ رہا ہے، مائیں بچوں کو پھونک رہی ہیں، ان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرنگی سے عاجز آئے گا۔ میں یہ سنا کر سوچتا ہوں کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی، اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھانگ کر جائیں، اور خود حقوق کو جائے پناہ ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں ﷺ۔

یہ فریاد سن کر حضور رحمت عالم ﷺ فوراً بہ نہایت غلٹ منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پر نور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ اٹھ اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں حضور نے فرمایا: ہمارے گرد برس، ہم پر نہ برس، فوراً ابرمدینے پر کھل گیا، آس پاس گھبراتھا اور مدینہ طیبہ پر سے کھلا ہوا۔

یہ ملاحظہ فرما کر حضور اقدس ﷺ نے خندہ دندان نما کیا اور فرمایا: اللہ کے لیے خوبی ابو طالب کی، اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے؟ مولیٰ علی کرم

اللہ وجہ الکرمیم نے عرض کی: یا رسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے نعت اقدس میں عرض کیے تھے۔

کہ وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان، بنو ہاشم جیسے غیور لوگ تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں، ان کے پاس ان کی نعمتیں و فضل میں بسر کرتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ ہی نظم ہمیں مقصود تھی۔

(جامع الاحادیث: 1915، ص 166 تا 167، جلد چہارم)
امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالیٰ اول تا آخر شفاۓ مؤمنین و شفاۓ منافقین ہے، اور حضور اقدس ﷺ کے پسند فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصود ہیں کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، خلق کے لیے جائے پناہ نہیں ہو بارگاہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، وہ گورے رنگ والا پیارا جس کے چاند سے منہ کے صدقہ میں میٹھ پڑتا ہے، وہ یتیموں کا حافظ، بیواؤں کا نگہبان، وہ بچاؤ ماویٰ کہ بڑے بڑے تباہی کے وقت اس کی پناہ میں آ کر اس کی نعمت اس کے فضل سے چین کرتے ہیں۔ ﷺ (الامن والاعلیٰ، ص 106)

حضرت کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انھیں تعالیٰ کی قسم! حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔

(جامع الاحادیث: 2920، ص 173، جلد چہارم)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر مومن سے زیادہ عزیز ہوں، چاہو تو اس آیت کریمہ سے اس سلسلہ میں استدلال کرو، ”نبی مودوں سے ان کی جان کے زیادہ مالک ہیں۔“

(جامع الاحادیث: 2924، ص 176، جلد چہارم)۔ فتاویٰ رضویہ 9/225
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یمن کی ایک بیوی اور ان کی بیٹی بارگاہ بیکس پناہ محبوب الہی ﷺ میں حاضر آئیں، دختر کے ہاتھ میں بھاری بھاری کنگن سونے کے تھے، مولیٰ ﷺ نے فرمایا: اس کی زکوٰۃ دے گی؟ عرض کی: نہ، فرمایا: کیا تجھے یہ بھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے بدلے تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے، ان بی بی نے فوراً وہ کنگن اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہیں۔ جل جلالہ ﷺ۔ (جامع الاحادیث: 2935، ص 198 تا 199، جلد چہارم)

حضرت ابولہبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میری توبہ قبول ہوئی تو میں نے خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کا محلہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی

چھوڑتا ہوں، اور اپنے مال سے اللہ اور رسول کے نام پر تصدق کر کے باہر آیا ہوں جل جلالہ ﷺ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا: اے ابولبابہ! یہ تہائی مال کافی ہے، میں نے فُلْتُ مال اللہ و رسول کے لیے صدقہ کر دیا، عز جلالہ ﷺ۔ (جامع الاحادیث: 2936، ص 199، جلد چہارم۔ الامن والاعلیٰ، ص: 121)

امام احمد رضا محدث قدس سرہ فرماتے ہیں: یہ حدیثیں جان و ہابیت پر صریح آفت ہیں کہ تصدق کرنے میں اللہ عز وجل کے ساتھ اللہ کے محبوب اکرم ﷺ کا نام پاک ملایا جاتا اور حضور مقبول رکھتے، وللہ الحجة البالغة۔

اسی قبیل سے ہے افضل الاولیاء، المجد بین امام المشاہدین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عرض کہ حضرت مولانا العارف باللہ القوی مولوی معنوی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں نقل کی کہ جب حضرت صدیق متیق حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کو آزاد کر کے حاضر بارگاہ عالم پناہ ہوئے تو عرض کیا: میں حضور کا بند و غلام ہوں۔

گفت ماد و بندگان کوئے تو کردش آزاد ہم بر روی تو

پہلے مصرع میں جو کچھ حضرت صدیق اکبر اپنے مالک و مولیٰ ﷺ سے عرض کر رہے ہیں اس پر تو دیکھا چاہیے کہ وہ ہابیت کا جن کتنا مچلے نجدیت کی آگ کہاں تک اچھلے، مگر ہاں امیر المؤمنین غیظ المنافقین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درہ سیاست دکھایا چاہیے کہ بھوت بھاگے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پانی کا چھینٹا دیجئے کہ آگ دے وہ کہاں؟ وہ حدیث آئندہ میں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت قدس میں حاضر ہو کر حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! ان دونوں کو مجھ سے عطا فرمائیے، قاسم خزائن النبی ﷺ نے فرمایا: ہاں منظور ہے، حسن کو تو میں نے اپنا حِلْم اور حبیت عطا کی، اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔ (جامع الاحادیث: 2942، ص 206، جلد چہارم)

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا دونوں شاہزادوں کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر آئیں اور عرض کی: یا نبی اللہ! کچھ عطا ہو، فرمایا: میں نے اس بڑے کو ہبیت و بردباری عطا کی، اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

(جامع الاحادیث: 2943، ص 206، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: اقول وباللہ التوفیق۔ حِلْم ہبیت جو دو شجاعت اور رضا و محبت کچھ اشیائے محسوسہ و اجسام ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دیئے جائیں، پھر حضرت بنو ل زہرا کا سوال بصدقہ عرض و درخواست تھا کہ حضور انہیں کچھ عطا فرمائیں، جسے عرفِ نحاۃ میں صدقہ امر کہتے ہیں،

اور وہ زمانِ استقبال کے لیے خاص کہ جب تک یہ صدقہ زبان سے ادا ہوگا زمانہ حال منقضي ہو جائے گا، اس کے بعد قبول و وقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آئے گا، اگرچہ بحالت فور و اتصال اسے عرفانِ زمانہ حال کہیں بہر حال درخواست و قبول کو زمانہ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں، اب حضور اقدس ﷺ نے کیا فرمایا: یعنی ہاں دوں گا، لاجرم یہ قبول زمانہ استقبال کا وعدہ ہوا۔ فان السؤال معاد فی الجواب ای نعم انحلہما۔

اس کے متصل ہی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں، اور اس شاہزادے کو یہ دو تئیں بخشیں، یہ صدقہ بظاہر ماضی کے ہیں، اور اس سے مراد زمان و وعدہ تھا اور زمان و وعدہ عطا نہیں کہ وعدہ عطا پر مقدم ہوتا ہے، لاجرم یہ صدقہ اخبار کے نہیں بلکہ انشاء کے ہیں، جس طرح بائع و مشتری کہتے ہیں: بَعْتُ اشْتَرَيْتُ، میں نے بیچی، میں نے خریدی،۔ یہ صدقہ کسی گزشتہ خرید و فروخت کی خبر دینے کو نہیں ہوتے بلکہ انہیں سے بیع و شراء پیدا ہوتی ہے، انشاء کی جاتی ہے۔

یعنی حضور اقدس ﷺ نے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اسے یہ دیا، اسے یہ دیا، حِلْم و ہبیت، جو دو شجاعت اور رضا و محبت کی دو تئیں شاہزادوں کو بخش دیں، یہ نعمتیں خاص خزائن ملک السموات والارض جل جلالہ کی ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشنده

تو وہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے سے وہ نعمتیں حاصل ہو جائیں قطعاً یقیناً وہی کر سکتے ہیں، ہاں اللہ و اب رب الارباب جل جلالہ کے خزانوں پر پہنچتا ہے، جسے اس کے رب جل جلالہ عطا فرماتا ہے، ہاں وہ کون؟ ہاں واللہ! وہ محمد رسول اللہ ماذون و مختار حضرت محمد ﷺ جو خزانِ خزائن اللہ جل جلالہ و ﷺ، والحمد للہ رب العالمین۔

لا جرم امام اجل احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب ”جوہر منظم“ میں فرماتے ہیں:

هو ﷺ خليفة الله الأعظم الذي جعل خزان كرمه و موائد نعمه طوع يديه و اردته يعطى من يشاء ﷺ۔

اللہ عز وجل کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل و علانے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خزان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اور ان کے ارادے کے زیر فرمان کر دیئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں، ﷺ۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفرا بیان فقیر کے رسالہ ”سلطنت المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری“، میں بکثرت ہیں، واللہ الحمد۔ (الامن والاعلیٰ، ص 129)

اقول وباللہ التوفیق، احکام الہیہ دو قسم ہیں۔

اول تکوینیہ: مثل احیاء و اماتت، قضائے حاجت و دفع مصیبت، عطاء دولت، رزق، نعمت، فتح

اور شکست و غیر ہا عالم کے بند و بست۔

دوم تشریعیہ: کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔

مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریحی کی اسناد بھی شرک، قال اللہ تعالیٰ۔

﴿إِنَّمَا لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ الآية

(الشوری: 21/42)

کیا ان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں وہ راہیں نکال دیں ہیں جن کا خدا نے حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطا کی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: فَالْمُذَّبَرَاتِ أَمْراً (النزلت: 5/79)۔ قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں،

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ”تحفۃ الشامیہ“ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام امت اپنے مہر جیسے سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے، اور فاتحہ، درود، صدقات اور ان کے ناموں کی نذر وغیرہ دینا رائج و معمول ہے۔

تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وہ بھی ذکر کی جائیں جن میں احکام تشریحی کی اسناد صریح ہے۔ نیز اس قسم کی خاص چند آیتوں کا ذکر بھی محمود اگرچہ استیعاب نہ آیات میں منظر اور نہ احادیث میں مقدور۔ واللہ الہادی الی منائر النور۔

ہم پہلے چند آیتیں قسم اول یعنی احکام تکوینیہ کی تلاوت کرتے ہیں پھر احکام تشریحی کا بیان آئے گا۔

احادیث سے مسلسل رہے، وباللہ التوفیق۔

آیت 1: إِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (طارق: 4/86)

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔ یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان رہتے ہیں۔

آیت 2: إِنَّ الدِّينَ تَوْفَهُمُ الْمَلَائِكَةُ (انعام: 97/4)

بے شک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت 3: جَاءَ تَهُمُ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمُ (الاعراف: 37/7)

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔

آیت 4: وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ الْآيَةَ (الأنفال: 50/8)

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت 5: إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالْشُّوْءَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَتَوَفَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمُ الْآيَةَ (الأنفال: 28/16)

بے شک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت 6: كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ الَّذِينَ تَتَوَفَّهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ الْآيَةَ (الأنفال: 32/16)

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا اللہ منهم بفضل رحمته بهم، آمین (اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہمیں ان میں سے اور ان کے ساتھ کر دے، آمین)

آیت 7: الرِّبَّاسَاتِ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ الْآيَةَ (الأنعام: 1/14)

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیروں سے نکال لو روشنی کی طرف، ان کے رب کی پروا لگی سے غالب، سراپے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت 8: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ الْآيَةَ (الأنعام: 5/14)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیروں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان ہدایت، جسے غالب سراپے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے، تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دیدی،۔ اس امت کو مصطفیٰ ﷺ کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا،

انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عز و جل انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔ الحمد للہ، قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام و ہابیہ کے اس حصر کی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطاء ذاتی خاصہ خدا ہے، إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ، وغیرہا میں اسی

کا تذکرہ ہے، کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا، تا خدا نہ دہد سلیمان کے دہد
یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بھکے، اور اَفْتُوْا مَنْ يَّبِغِضُ الْكِتَابَ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ“
میں داخل ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا: پہلے حمد و ثناء بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کی ہاتھیوں سے حفاظت فرمائی اور ابرہہ کو خائب و خاسر کیا، اور آج اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو فتح فرمایا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ ہوا، اور میرے لیے آج دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا لیکن اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہ ہوگا، اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے، خاردار درخت نہ کاٹے جائیں، گرمی پڑی چیز اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی نہ اٹھائے، اور جس کا کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے خواہ قد یہ لے لے خواہ قصاص، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لیے ہے، فرمایا: مگر اذخر۔ یمن کے باشندہ ابو شاہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ خطبہ مجھے لکھوادیں، فرمایا: ابو شاہ کے لیے لکھ دو۔ (جامع الاحادیث: 2973، ص 225 و 226، جلد چہارم)

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن ہی مکہ مکرمہ کو حرم محترم بنایا تھا لہذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، یہاں شکار کو نہ بھڑکایا جائے، اور کوئی گرمی پڑی چیز نہ اٹھائے مگر وہ جو اعلان کرے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے گھروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔ (جامع الاحادیث: 2974، ص 226، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ائمہ مجتہدین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم ﷺ کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔

آیت کریمہ:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ. (التوبة: 29/9)

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) نے۔

آیت کریمہ:

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (احزاب: 33/36)

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کر دیں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار ہے اپنے معاملہ کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

یہاں سے ائمہ مفتقرین فرماتے ہیں: حضور سید المرسلین ﷺ نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مول لے کر آزاد کر دیا تھا اور متنی بنادیا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کہ حضور سید عالم ﷺ کی چھو بھی اُمیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں سید عالم ﷺ نے انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کا پیام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لیے خواست گاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ عنہ کے لیے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی چھو بھی کی بیٹی ہوں، اے مجھے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے بھی اسی پر اکتفا کیا، اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سن کر دونوں بھائی بہن رضی اللہ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔ علامہ ابن کثیر نے کہا کہ کسی عورت پر اللہ عز و جل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی خواہی راضی ہو جائے، انھیں ساجب کہ وہ اس کا کفو نہ ہو، خصوصاً جب کہ عورت کی شرافت خاندانی کو اکب کرنا سے بھی بلند و بالا ہو، بایں ہمارے حبیب ﷺ کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزت جل جلالہ نے جسے وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الہ کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہو گئی۔ مسلمانوں کو نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائے گا۔

دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا، ایک مباح اور جائز امر تھا، ولہذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقویٰ ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔

امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ”میزان الشریعۃ الکبریٰ“ باب الوضو میں

حضرت سیدی علی خواض رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عز وجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے، اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کیا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ قرآن عظیم سے، تو امام اعظم نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ کے فرض اور رسول اللہ ﷺ کے فرض میں فرق و تمیز کر دیں، اس لیے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا، جب کہ اللہ عز وجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں جسے نہ چاہیں نہ کریں،

اسی میں ہے:- حضرت عزت جل جلالہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ منصب دیا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی۔ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! گھیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے، فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت میں چاہیں مقرر فرمائیں۔ تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے، کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔ (الامن والعی، ص: 172)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

(جامع الاحادیث: 2976، ص 229، جلد چہارم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عز وجل نے تم پر حج بیت اللہ فرض فرمایا ہے، ایک صاحب بولے: یا رسول اللہ! کیا ہر سال؟ حضور خاموش رہے انہوں نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا، اور جب واجب ہو جاتا تو تم ادا نہیں کر پاتے۔ جب تک میں خود تم پر کوئی حکم صادر نہ کروں اس وقت تک تم مجھے چھوڑے رہو کہ تم سے پہلی امتیں اسی سبب ہلاک ہوئیں کہ اپنے نبیوں سے زیادہ سوالات کر کے اپنے اوپر تنگی مول لے لی اور پھر نافرمانی کی۔ سنو! جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو اور جب منع فرماؤں تو باز رہو۔ (جامع الاحادیث: 2981، ص 231 تا 232، جلد چہارم)

امام قسطلانی "مواہب لدنیہ شریف" میں فرماتے ہیں: من خصائصہ ﷺ انه كان يخص من شاء بما شاء من الأحكام.

سید عالم رحمہ اللہ کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ

فرمادیتے۔

"میزان الشریعہ الکبریٰ" میں ہے: شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفیٰ ﷺ کو ان کے رب عز وجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم پہننا حرام حضور نے اسی طور پر فرمایا، گھیاہ اذخر کا استثناء اسی طور پر گزرانما زعشا کے مؤخر نہ ہونے اور حج کی ہر سال فرضیت صادر نہ کرنے کی وجہ بھی اسی قبیل سے متعلق ہیں۔

بلکہ امام طہیل جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے "خصائص کبریٰ شریف" میں ایک باب وضع کیا۔

باب اختصاصہ ﷺ بانہ یخص من شاء بما شاء من الأحكام.

باب اس بیان کا کہ خاص نبی ﷺ کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم

سے چاہیں خاص فرمادیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: جس نے نماز سے قبل قربانی کی ہو وہ دوبارہ کرے، ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! یہ دن تو گوشت کھانے کا ہے، پھر انہوں نے اپنے پڑوسیوں پر گوشت بطور ہدیہ عطیہ تقسیم کرنے کا حکم کیا، اس معلوم سے ہوا تھا کہ حضور ان کے فعل کی تصدیق فرما رہے ہیں، پھر انہوں نے خود ہی عرض کی: میرے پاس ایک کمری کا ششماہی بچہ ہے جو بکری سے زیادہ مجھے پسند ہے، تو کیا میں اس کی قربانی کر دوں؟ حضور نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی حضرت انس کہتے ہیں: اب مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ رخصت صرف ان کے لیے ہی یا عام حکم تھا۔ (جامع الاحادیث: 2986، ص 235 تا 236، جلد چہارم)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیعت زناں کی آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی، اور مردے پر بیان کر کے رونا چیننا بھی لکنا تھا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! فلاں گھروالوں کو استثناء فرمادیجئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوہ کیا تھا، تو مجھے ان کی میت پر نوٹے میں ان کا ساتھ دینا ضرور ہے، سید عالم رحمہ اللہ نے فرمایا: اچھا وہ مستثنیٰ کر دیئے۔ (جامع الاحادیث: 2989، ص 237، جلد چہارم)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تم تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

(جامع الاحادیث: 2993، ص 239، جلد چہارم)

حضرت ابو العثمان از دی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا، سید عالم رحمہ اللہ نے فرمایا: مہر دو، عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں، فرمایا: کیا تجھے قرآن کریم کی کوئی سورت

نہیں آتی، وہ سورت سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔

(جامع الاحادیث: 2994، ص 240، جلد چہارم)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سواہ بن حارث محاربی اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا، وہ بیچ کر مکر گئے اور گواہ مانگا، حضرت خزیمہ نے گواہی دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تو موجود ہی نہیں تھے تم نے گواہی کیسے دی، عرض کی: آپ نے بیچ فرمایا میں موجود نہیں تھا لیکن میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے، اس کے انعام میں حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ ان کو گواہی دومر کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا: خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔ (جامع الاحادیث: 2996، ص 241، 242، جلد چہارم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی، فرمایا: غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی: نہ، فرمایا: لگا دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ، فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی: نہ، اتنے میں خرے خدمت اقدس میں لائے گئے، حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کر دے، عرض کی: کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر، مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں، رحمت عالم ﷺ یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔ (جامع الاحادیث: 2997، ص 242، 243، جلد چہارم)

امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: تو اور تیرے اہل و عیال یہ خرے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفر و انحراف دیا۔

(جامع الاحادیث: 2999، ص 244، جلد چہارم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحال جنابت داخل ہو۔ (جامع الاحادیث: 3003، ص 247، جلد چہارم)

حضرت نصر بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، حضور نبی کریم ﷺ نے قبول فرمایا۔ (جامع الاحادیث: 3027، ص 262، 263، جلد چہارم)

ذوالشہادتین حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسافر کے لیے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں

کر دیتے، ایک روایت میں ہے، اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھا دیتے، دوسری روایت میں ہے، اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور اور زیادہ مدت عطا فرماتے، تیسری روایت میں ہے، خدا کی قسم! اگر سائل عرض کیے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کر دیتے۔ (جامع الاحادیث: 3028، ص 263، جلد چہارم)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بے شک نشہ کی ہرشی میں نے حرام کر دی ہے۔ (جامع الاحادیث: 3040، ص 270، 271، جلد چہارم)

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا، یعنی حدیث، دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ کہے یہ ہی قرآن لئے رہو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال چانو، جو اس میں حرام ہے حرام مانو۔ سن لو! تمہارے لیے پالتو گدھا حرام ہے، ہر کیلہ والا درندہ حرام ہے اور ذمی کا فر کا گرا پڑا مال بھی حرام جب تک وہ اس سے مستغنی نہ ہو۔ جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اس کے مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا۔ جل جلالہ و

ﷺ۔ (جامع الاحادیث: 3042، ص 272، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

یہاں اَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، نَهْيُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، (یعنی، رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا)

یعنی حدیث میں وارد ہے جن کے جمع کو ایک جملہ کبیر بھی نا کافی ہو۔ خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا:

وَمَا أَنْتُمْ بِالرُّسُولِ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا الْآيَةُ (الحشر: 59/7)

جو کہ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

امرو نہی اور قضا کو اور اس کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. (النبا: 54/59)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس ﷺ کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی و واقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکش طاغی "تقویۃ الایمان" میں سید المرسلین ﷺ پر صریح افترا کر کے کہتا ہے: انہوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہ ہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔ (تقویہ)

مسلمانو! للہ انصاف، یہ اس کس ناکس نے محمد رسول اللہ ﷺ کے فضائل جمیلہ و کمالات رفیعہ و درجات مدیجہ جن میں زید و عمر کی کیا کفایت انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقررین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں، سب ایک لخت اڑا دیئے۔ سب لوگوں سے حضور سید عالم ﷺ کا امتیاز صرف دربارہ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف میں غافل نہیں،

اور امتیوں سے بھی امتیاز اتنے ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں، واقف ہو جائیں تو کچھ امتیاز نہیں، کہ اب وقوف و غفلت کا تقاوت نہ رہا اور امتیاز اس میں منحصر تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا، یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللہ پر اس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا: کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! ابو طالب آپ کی حفاظت کرتا، ہر موقع پر مدد کرتا اور آپ کی خاطر لوگوں سے جھگڑتا تھا، کیا حضور نے بھی ابو طالب کو کچھ نفع دیا۔ فرمایا: میں اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں نکال لایا۔ (جامع الاحادیث: 3178 ص 326، جلد چہارم)

ابلیس لعین کو غوی (گمراہی) کا منصب نہیں دیا گیا لیکن یہ معترضین اس کے لیے تو بہت کچھ مانتے ہیں اور رسول کریم ﷺ جنہیں ہدایت کا منصب عطا ہوا، ان کے لیے کوئی کمال اور اختیار نہ ماننا ان معترضین کی شدید شقاوت و جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

رسول کریم ﷺ کی واضح احادیث میں مردوں کے سننے کا ذکر ہے اور اہل قبور کو سلام کا حکم ہے لیکن ڈاکٹر نعمانی ان حقائق کی تردید کر کے خود کو سمیع و بصر سے بالکل محروم ثابت کر رہے ہیں اور انہیں احساس ہی نہیں کہ وہ عطاء الہی کے منکر ہو کر اپنی ایمان کا ضیاع پسند کر رہے ہیں۔ انہوں نے خود اپنے ”اکابر“ کی بھی تکذیب و تضحیک میں کسر نہیں رکھی۔

انہوں نے لکھا کہ: ”کسی کام کا دوسرے دن کرنے کا ارادہ کرنے کے بعد اس کو زبان پر لانے کے لیے سختی کے ساتھ فرمایا گیا کہ ”ان شاء اللہ“ کی شرط ضروری ہے۔“ وہ سختی کے ساتھ یہ بیان کہیں دکھانے کی زحمت کہاں کریں گے۔ وہ ذرا اپنے ہی تھانوی کا بیان ملاحظہ فرمائیں اور اپنی خود ساختہ ضروری شرط اور گستاخی کی سختی بھی دیکھ لیں۔

”البدائع“ (مطبوعہ مکتب خانہ جمیلی، لاہور، 1403ھ) کے ص 246 پر تھانوی فرماتے ہیں: ”اس آیت ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُعَذِّبُكَ عَذَابُ اللَّهِ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ اللَّهُ“ میں بھی حضور ﷺ کو برکت ہی کے لیے ان شاء اللہ کہنے کی تعلیم کی گئی ہے۔ یہ ان شاء اللہ تعلیق کے لیے نہیں۔ کیوں کہ آگے ارشاد ہے ”وَإِذْ تَنْكَرُ رَبُّكَ إِذَا نَسِيتُ“ کہ اگر کبھی ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آوے تو اس وقت ان شاء اللہ کہہ لیا کرو۔“

اور ”بیان القرآن“ میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”حاصل اس مقام کا یہ ہے کہ آیت میں تنویر کے طور پر انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کا بیان ہے سو فصل مدت اس میں مانع نہیں اور تاخیر فی العمل سے کہنے کا بیان نہیں ہے جس میں فصل مانع ہے اور ظاہر یہ انشاء اللہ تعالیٰ زبان سے کہنا مستحب ہے لیکن خواہ اس کی ہر شخص انہماص ﷺ کی شان ارفع ہوتی ہے اس لیے ترک مستحب پر بھی وحی میں دیر ہوگئی۔“ (ص 590)

ڈاکٹر نعمانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ”اپنی مخلوقات میں سے کسی کے بھی نفع و ضرر کے بارے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔“ اس بارے میں بھی وہ قرآنی آیات اور احادیث کی تکذیب کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہیں یا نہیں رہا کہ یہ جملہ بھی ان کا اپنا ہی لکھا ہوا ہے کہ خالق کائنات نے پوری دنیا کی ہدایت کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ کو تفویض کی۔ وہی بتائیں کہ ہدایت کی ذمہ داری تفویض کرنے کو کیا نفع رسائی نہیں کہا جائے گا؟

ذرا نفع پہنچانے کی بات وہ اپنے ہی کلام میں ملاحظہ فرمائیں:

جہاں کی رونقوں کی جان ہیں وہ انہیں کے فیض سے دنیا حسیں ہے۔
انہیں کے نور کے پرتو سے ہے جہاں روشن اگر کہو، تو انہیں مرکب نگاہ کہو

مزاج نسلِ انساں جس نے بدلا ایک کلمے سے
دل و جاں کو شعور معنوی کی روشنی بخشی
خوش نصیبی کہ ملی ان کی نبوت سے ضیا
آپ آتے نہ اگر رحمتِ عالم بن کر
جو ذرے ان کی عنایت سے سراز ہوئے
انہیں کا فیضِ نظر ہے کہ بزمِ عالم میں
آپ کی آمد سے پہلے دیکھنے دنیا کا حال

سلام اس پر جو وجہ راحت آشوبِ دوراں ہے

سلام اس پر کہ جس کے فیض سے تکرمِ انسان ہے

سلام اس پر جس کے حسن سے بزمِ جہاں روشن ہے

نعمانی صاحب کا یہ شعر انہی سے بطور سوال عرض کرنا چاہتا ہوں۔

”پھر بتانا کہاں ہے ان کی مثال؟ چشمِ انصاف اپنی وا رکھنا“

(چراغِ نوا)

ڈاکٹر نعمانی لکھتے ہیں: ”زمین اور آسمان آپ (ﷺ) کے دستِ خوان ہیں گویا ساری دنیا کو آپ (ﷺ) ہی رزق دیتے ہیں۔ یہ مطلب و مفہوم ڈاکٹر نعمانی نے اعلیٰ حضرت مجتہدِ دہلوی علیہ الرحمہ کے اس شعر سے اپنے علم و فہم کے مطابق اخذ کیا ہے۔“

آسمانِ خوان زمینِ خوان زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

ڈاکٹر نعمانی کو پی ایچ ڈی اور شاعر کہلانے کے باوجود ”عبارت فہمی“ سے شاید کوئی صحیح شغف نہیں۔ وہ اگر واقعی شاعر ہیں تو بتائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس شعر میں کہاں کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ساری دنیا کو رزق دیتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے اس شعر میں جو کچھ بیان فرمایا ہے، کاش کہ موصوف اسے سمجھتے۔ ڈاکٹر نعمانی کسی غصے یا جوش میں لکھتے ہوئے ہوش برقرار نہیں رکھ سکے۔ وہ یہ تو مانتے ہوں گے کہ اللہ جل شانہ مکان سے بھی پاک ہے اور یہ بھی مانتے ہوں گے کہ اللہ کریم جل شانہ نے ہر امر کی تدبیر کا بیان بھی فرمایا ہے اور نظم کائنات کے لیے ”ڈیوٹیاں“ مقرر فرمائی ہیں۔ اس کے حکم اور عطا سے اختیار رکھنے والے وہ ڈیوٹیاں انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ ”تفسیر عزیزی“ جلد چہارم میں شاہ عبدالعزیز مجتہد دہلوی فرماتے ہیں: ”اور مدبراتِ امرا“ بڑے درجہ اور بڑے مرتبے کے فرشتے ہیں جیسے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام مع اپنے لشکر اور اس کے

سرداروں کے کہ ایک کو ان میں سے ہونے والے کاموں کی تدبیروں کے واسطے مقرر فرمایا ہے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اتارنا رسولوں پر ان سے متعلق ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا برسانا اور زمین سے اُگنا اور رزق پہنچانا ان سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پھونکنا اور آدمیوں اور جانوروں میں روح کا ڈالنا اور لوح محفوظ اور اندازہ کرنا رزق اور عمر اور ہر شے کا متعلق ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام مردوں کی روحمیں قبض کرنے پر اور بیماریوں اور آفتوں پر مقرر ہیں۔“ (ص 41، مطبوعہ ایچ ایم سید کنبی، کراچی)

کتاب ”حیات الحیوان“ علامہ کمال الدین دمیری کی مشہور کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات، لاہور نے 1992ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ دیوبندی افراد ہی نے کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم کے ص 90 پر درج عبارت ملاحظہ ہو:

”احیاء“ میں باب کسرا شہوتین کے تحت لکھا ہے کہ روٹی تیار کر کے اس وقت تک تیرے سامنے نہیں رکھی جاتی تا وقتیکہ اس میں تین سو ساٹھ کاری گر کام نہ کر لیں۔ ان کام کرنے والوں میں سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رحمت کے خزانوں سے پانی ناپ کر دیتے ہیں ان کے بعد دوسرے فرشتے ہیں جو بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور پھر ان کے بعد چاند، سورج اور افلاک ہیں اور ان کے بعد ہوا کے فرشتے ہیں اور زمین کے جانور ہیں اور سب سے آخر میں نان بائی کا نمبر آتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کچی ہوئی روٹی جب آتی ہے تو اس میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے لے کر نان بائی تک تین سو ساٹھ ہاتھوں کی کاری گری ہوتی ہے تب جا کر وہ آپ کو کھانے کے واسطے ملتی ہے۔“

ڈاکٹر نعمانی اتنا تو سمجھتے ہوں گے ”خانہ“ کا لفظ کسی ”مکان“ ہی کے لیے ہے۔ ”صاحب خانہ“ صاحب خانہ“ اسی کا لقب ہو سکتا ہے جس کے لیے مکان بنایا گیا ہو۔ ”صاحب البیت“ کے الفاظ اور لقب کس کے لیے کہے جاتے ہیں؟ وہ یہ بھی شاید جانتے ہوں گے کہ ”شرف المکان بالملکین“۔ میری اس تحریر میں ملاحظہ فرمائیں کہ خود ان کے اکابر بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ بزم کو نین میرے نبی پاک ﷺ ہی کے لیے سجائی گئی ہے، وہی باعث تخلیق کائنات ہیں تو یہ سب مکان انہی کے ہیں، انہی کے لیے ہیں کیوں کہ ”وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں“۔ یوں واضح اور یقینی بات یہی ہوئی کہ ”صاحب خانہ لقب کس کا ہے؟ تیرا تیرا“۔ دومرتبہ ”تیرا“ کا لفظ اسی بات کی قطعیت واضح کر رہا ہے کہ ”صاحب خانہ“ کا ”لقب“ اللہ تعالیٰ کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ بلاشبہ مکان سے پاک ہے۔ ڈاکٹر نعمانی نے شاید یہ حدیث شریف کبھی پڑھی نہ ہوگی: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي۔ عربی گرامر سے کچھ شغف ہو تو ڈاکٹر نعمانی اور ان کے ہم نوا اس جامع حدیث شریف میں غور فرمائیں اور پھر بتائیں کہ یہاں ”قَاسِمٌ“ اور ”يُعْطِي“ کیا کسی قید سے مقید ہیں؟ اور ”اِنَّمَا“ کے حصر کو بھی

پیش نظر رکھیں۔ ڈاکٹر نعمانی کی توجہ کے لیے ”بیان القرآن“ سے اشرف علی تھانوی کا یہ بیان بھی پیش کرتا ہوں، وہ لکھتے ہیں: ”کسی مخلوق کا دینا اطعام حق کے منافی نہیں کیوں کہ اطعام بواسطہ بھی اطعام حق ہی ہے جیسے بادشاہ مالک خزانہ کبھی خود انعام دے دیتا ہے کبھی اپنے خزانچی سے دلوادیتا ہے۔ دونوں عطا شاہی ہیں۔“ (ص 866) اس حوالے سے مخالفین ہی کی تحریروں سے متعدد اقتباس نقل کر چکا ہوں۔ ڈاکٹر نعمانی کی ”ضیافت“ کے لیے اشرف علی تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی کے لکھے ہوئے مرثیہ (مطبوعہ مطبعہ بابلی، ساڈھوہ، ضلع اقبال) کے ص 10 سے یہ شعر ضرور پیش کرتا ہوں، وہ کہتے ہیں:

غریب و عاجز و بے کس کریں کیا اور کدھر جائیں ہوئی ہے میزبان خلق کی جنت میں مہمانی“
ڈاکٹر نعمانی میرے نبی پاک ﷺ کو ”میزبان خلق“ ماننے کے روادار نہیں، وہ بتائیں کہ ”رشید احمد گنگوہی“ کے لیے یہ لقب وہ کیا شمار کریں گے؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا کہا ہوا یہ شعر، نعمانی نے شاید نہیں پڑھا، وہ دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت واضح فرماتے ہیں۔

ربّ نے معطیٰ یہ ہیں قاسم رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
کتاب ”میلہ النبی ﷺ“ (مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور) کے ص 119 تا 121 پر تھانوی لکھتے ہیں:
”ایک مقام پر ارشاد ہے: ”وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ“۔
یہاں آیت خسرین کے معنی ایک فضل اور رحمت سے حضور (ﷺ) کا وجود باوجود مراد ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: ”وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاجْتَبَعَهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا قَلِيْلًا“۔ یہاں بھی بقول اکثر مفسرین (ﷺ) ہی مراد ہیں..... فضل بمعنی رزق و نفع دنیوی قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:
”لَئِنْ عَلَيْنَاكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ.....“ سورہ جمعہ میں ارشاد ہے: ”فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَبِهُوا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ“۔ یہاں فضل سے مراد رزق ہے..... جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور اس میں قرآن بھی ہے، سب اس میں داخل ہو جائیں گی اس لیے کہ حضور (ﷺ) کا وجود باوجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا..... حضور (ﷺ) ہمارے لیے تمام نعمتوں کے واسطہ ہیں، حتیٰ کہ ہم کو جو روٹیاں دو وقتہ مل رہی ہیں اور عافیت اور تندرستی اور ہمارے علوم یہ سب حضور (ﷺ) ہی کی بدولت ہیں اور یہ نعمتیں تو وہ ہیں جو عام ہیں اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے جس کا حضور (ﷺ) سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور (ﷺ) کی ذات برکات ہوئی۔ پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے۔“

ڈاکٹر نعمانی نے آیت درود و سلام کے بیان میں اپنے ہی ہم مسلک افراد کی تحریریں بھی نہیں دیکھیں۔ ”بخاری شریف“ میں حضرت ابو العالیہ کا قول درج ہے وہ بھی ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ میں اپنے نبی پاک ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔ شبیر احمد عثمانی آیت درود و سلام کے تحت لکھتے ہیں: ”صلوٰۃ علی النبی“ کا مطلب ہے ”نبی کی ثناء و تعظیم رحمت و عطاوت کے ساتھ“ پھر جس کی طرف ”صلوٰۃ“ منسوب ہوگی اسی کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطاوت مراد لیں گے۔“ (ص 552، حاشیہ قرآن)۔ ڈاکٹر نعمانی یہ بھی بھول گئے کہ قرآن ہی میں رفعت ذکر مصطفیٰ (ﷺ) کا بیان ہے۔ عرش و فرش پر جس کا ذکر خود رب تعالیٰ بلند فرمائے اس مقدس و مطہر عظیم رسول کریم ﷺ کے پھریرے لہرانے کے بارے میں ڈاکٹر نعمانی کا اعتراض خود ان کی اپنی کم علمی کے سوا کیا ہے؟

محمد قاسم نانوتوی کا تصنیف کیا ہوا ”شجرہ منظومہ“ بھی ”قصائد قاسمی“ (مطبوعہ مہتابی، دہلی) میں شامل ہے، اس شجرہ میں ان کے کہے ہوئے یہ اشعار ”مرکز مطالعات فارسی“ کے وابستہ کے لیے قابل توجہ ہیں، ملاحظہ ہوں۔

”حق آن کہ اوجان جهان ست	فداے روضہ اش ہفت آسمان ست
حق آن کہ محبوبش گرفت	برائے خویش مطلوبش گرفت
پسندیدی ز جملہ عالم آن را	بما بگذشتی باقی جهان را
گزیدی از ہمہ گل ہا تو اورا	نمودی صرف اور ہر رنگ و بو را
ہمہ نعمت بنام او نمودی	دو عالم را بکارم او نمودی
بان کو رحمت للعالمین ست	بدرگاہست شفیع المذنبین ست
حق سرور عالم محمد	حق بر سر عالم محمد
بذات پاک خود کان اصل ہستی ست	از و قائم بلندی ہا وستی ست
ثناء او نہ مقدور جهان ست	کہ کنہش برتر از کون و مکان ست

(ص 22)

”مدبرات امر“ کے حوالے سے نعمانی اپنے ہی تھانوی کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

”جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد و ہدایت و اصلاح قلب و تربیت نفوس و تعلیم طرق قرب و قبول عند اللہ ہے اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اعم ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طرز طرز نبوت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور

حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کی قطب التکوین کہتے ہیں اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جن کو ”مدبرات امر“ فرمایا گیا ہے۔“ (المہذب من مہبات استصوف، ص 161، مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر نعمانی نے امام قسطلانی علیہ الرحمہ کی ”مواہب لدنیہ“ کا وہ اردو ترجمہ بھی نہیں دیکھا جو ان کے اپنے ہی ہم مسلک افراد نے کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم کی پہلی فصل رسول اللہ ﷺ کے اسمائے مبارکہ کے ذکر میں ہے۔ عنوان ہے: ”رسول اللہ ﷺ کے ان اسمائے شریفہ کے ذکر میں جو آپ کے کمال صفات مدنیہ پر دلالت کرتے ہیں (مدنیہ کا معنی کمال میں اپنے غیر سے زیادہ)۔“ میراجی تو یہ چاہتا ہے کہ وہ پوری فصل یہاں نقل کر دوں لیکن مطبوعہ کتاب کے ڈیزھ سو صفحات کی غنیمت کی گنجائش اس مضمون میں نہیں تا ہم کچھ جملے ملاحظہ ہوں: ص 8 پر امام قسطلانی نے رسول کریم ﷺ کا ایک نام ”الاجود“ اور ”اجود الناس“ لکھا ہے اور اس کے آگے لکھتے ہیں: ”آپ (ﷺ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخود کرتا ہے اور میں بنی آدم سے زیادہ بخود کرتا ہوں۔“ اور ص 12 پر نبی پاک ﷺ کا ایک نام مبارک ”لا امر والناہی“ لکھتے ہیں اور ص 26 پر ایک نام ”الحکم“ لکھتے ہیں اور اس کے آگے لکھتے ہیں: ”اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔“ اور ص 54 پر لکھتے ہیں: ”الغوث“ وہ نصرت دینے والا جس سے شہید اور آفات میں استغاثہ کیا جائے اور مدد اور مہمات میں اس سے استعانت کی جائے۔“ اور ص 62 پر لکھتے ہیں: ”المحرم“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متوقف تحریم۔“ اور ص 68 پر لکھتے ہیں: ”المطلع“ غیب کی چیزوں سے آپ خبر رکھنے والے ہیں اور ان کا علم آپ کو ہے۔“ اور ص 69 پر لکھتے ہیں: ”المفتاح“ وہ شخص جس سے بند دروازے یا دشواریاں کھل جائیں۔“ اور ص 75 پر لکھتے ہیں: ”الملک“ اس کا معنی ایجاد اور اختراع پر قادر یا اس کا معنی ضابطہ امور اور متصرف امور۔“ اور ص 76 پر لکھتے ہیں: ”الملک“ وہ شخص کہ آدمیوں کی اور ہر چیز کی حد کو نگاہ رکھے اور رعیت داری اور ان کی امور کی تدبیر کرے۔“ اور ص 109 پر لکھتے ہیں: ”اور آپ کا اسم شریف ”الغوث“ ہے اس کا معنی غنوسیہات میں مبالغہ کرنے والے گناہوں کا غنوکنا اور ان کا منادینا اور ان کا ازالہ۔“ اور ص 124 پر لکھتے ہیں: ”محمد ﷺ کا نام مبارک ”نبی“ جو نبی سے لیا گیا ہے اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب پر آپ (ﷺ) کو مطلع کیا ہے اور آپ کا اس کا علم دیا ہے کہ آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔“

کتاب ”تخذیر الناس“ (مطبوعہ مطبع قاسمی، دیوبند) کے ص 32 پر درج محمد قاسم نانوتوی کی یہ عبارت ڈاکٹر نعمانی اور ان کے ہم مسلک افراد کی خصوصی توجہ چاہتی ہے، وہ لکھتے ہیں: ”امام شافعی نے ان لوگوں کے مقابلے میں جو محبت اہل بیت بوجہ غلو ورفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا۔ شعر:

إِنْ كَانَ رَفُضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْشَ هَدِ الثَّقَلَانِ إِنِّي رَافِضٌ

ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی اس قدر ازادیا و قدر سے کہ ان کے خیال سے سات گنی ہو جائے یہ برامانتے ہیں کہ قائلین ازادیا و قدر کو کافریا خارج از مذہب اہل سنت سمجھتے ہیں اس شعر کو بدل کریں پڑھتے ہیں۔

إِنْ كَانَ كُفْرًا حُبُّ قَدْرِ مُحَمَّدٍ فَلْيُشْهِدِ الثَّقَلَيْنِ إِنِّي كَافِرٌ

ڈاکٹر نعمانی اور ان کے ہم نوا نہایت توجہ سے اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اس بارے میں خامہ فرسائی کریں۔

اس پوری تحریر میں اس فقیر بے توقیر نے زیادہ کوشش یہی کی کہ مخالفین و معترضین کی اپنی مستند اور معتبر تحریروں ہی سے ان کے ان تمام اعتراضات و الزامات کا جواب پیش کروں جو انہوں نے اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ پر لگائے۔ معترضین اگر عدل و انصاف کی پابندی اور پسندیدگی کے دعوے دار ہیں تو اس مختصر تفصیل کے بعد وہی بتائیں کہ اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ پر ان معترضین کے الزامات و اعتراضات بغض و عناد کے سوا کیا ہیں؟

حق و صداقت کے سچے اور صحیح ترجمان اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان اور ان کی دینی علمی فضیلت و مرتبت ماننے کی بجائے ان پر غلط اعتراضات اور نامناسب الزامات لگانا بلاشبہ سنگین ظلم اور یتیمیا حق اور حقائق سے روگردانی ہے۔

وہ اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے جن کے نعتیہ کلام نے اردو کی بھی آبرو بڑھائی ہے۔ نعت گوئی کے باب میں جن کا حصہ اس قدر ہے کہ اردو میں کسی اور کے حوالے سے ایسی مقبولیت اور مقبولیت کے ساتھ کسی کا شمار نہیں ہوتا، وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کہ جن کے نام اور کام کی عظمت و مرتبت کی بولچہ زبان و علم کے بوستانوں میں ہے، وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کہ تقویٰ و شریعت و سنت کی پاس بانی اور پاس داری کی ایک عمدہ مثال ہیں، وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کہ علم و عمل میں ان کا امتیاز ایک روشن اور واضح حقیقت ہے، ان کے لیے یہ الفاظ ”واہی تباہی“ بلکہ دریدہ دہنی ہی ٹھہریں گے کہ ”جب قرآن سے نعت گوئی سیکھنا دعویٰ کرنے والے نے اتنے بڑے عالم فقیہ اور مفتی نے عشق رسول کا بہانہ تراش کر نعت رسول (ﷺ) کے نام پر ایسے ایسے گل کھلائے ہیں۔“ (چراغ نوا، 16) (معاذ اللہ)

خود ڈاکٹر نعمانی کی قرآن فہمی کا حال تو یہ ہے کہ اپنی کتاب ”چراغ نوا“ کے ص 56 پر لکھتے ہیں: ”قرآن میں تو رضی اللہ عنہم صرف صحابہ کرام کے لیے آیا ہے۔ معلوم نہیں یہاں کس فارمولے کے تحت اس کو فٹ کیا گیا ہے۔“ نعمانی کو قرآن کریم کی سورۃ البینہ کی آخری آیات بابت ترجمہ شاید کبھی پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ورنہ ایسے ”گستاخ لہجے“ میں وہ یوں خامہ فرسائی نہ کرتے۔

عاشق رسول اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے ان معترضین و مخالفین کو کسی فضیلت و مرتبت کے حوالے سے جاننے پہچاننے اور مقبول و محترم ماننے والا خود ان کے اپنے عہد میں بھی شاید ہی کوئی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کو اپنے عہد ہی نہیں بلکہ گزشتہ 85 برس کی تاریخ گواہ ہے کہ سمتوں میں گلستان نبوی کے اس گل سرسبد کی مہک اور مشکوٰۃ نبوت سے فیض پانے والے اس چراغ کی روشنی نے مہک اور چمک دمک کی ایک تابندہ و پائندہ مثال قائم کی ہے۔

حضرت امام محمد بن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تذکروں میں درج ہے کہ وہ حدیث شریف لکھتے ہوئے خوشبو کا اہتمام کرتے تھے، یہ اہتمام بتاتا ہے کہ انہیں رسول کریم ﷺ سے غایت درجہ محبت تھی۔ اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ جو روشنائی نعت شریف لکھنے میں استعمال کرتے اس میں زعفران ملا کر خوشبو کا اہتمام کرتے، اس اہتمام کو اہل محبت ہی سراہ سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کو عطا ہونے والی ہر خوبی سے میرے رب کریم جل شانہ اور میرے پیارے نبی کریم ﷺ کی عظمت شان ہی کا اظہار ہونا ہی اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کا اعزاز و امتیاز ہے اور ان کی تمام زندگی اسی اعزاز و امتیاز کے تحفظ میں گزری ہے، وہ تمنا بھی اسی کی کرتے رہے۔

کام وہ لے لیتے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہونا رضامتم پہ کرو زوں درود

مختصر تاریخ میں، 10 مئی 2005ء کو میری پیاری والدہ محترمہ حضرت ماں جی قبلہ (رحمۃ اللہ علیہا) اس جہان فانی سے رحلت ہو گئیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہم اغفر لہا وارحمہا وارفع درجتها۔ آج میں ان سے خدائی میری زندگی کا وہ شدید سانحہ ہے کہ لگتا ہے زندگی کی توانائی ہی مجھ سے چلی گئی۔ ان کی رحلت میں اس اہم موضوع پر شاید ویسا نہیں لکھ سکا جیسا کہ سوچا تھا۔ دیوان حضرت حسان، دیوان امام بوسیری، مشنوی مولانا روم، کلیات مولانا جامی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے کلام سے سیکڑوں اشعار کا اور متعدد خطب سے بہت سے اقتباسات کا انتخاب کیا تھا، وہ سب بھی شامل کرتا تو یہ مضمون جانے اور کتنے صفحات میں پھیل جاتا، تاہم جس قدر مختصر کر سکا وہ حاضر ہے۔ معترضین کے اعتراضات درج کر کے بالترتیب جواب میں نے نہیں لکھے بلکہ تمام اعتراضات کا احاطہ کرتے ہوئے معترضین کے اکابر کی تحریروں سے اقتباس درج کر دیے ہیں۔ اس فقیر نے معترضین کو خود ان کے اکابر کی تحریروں سے جواب اس لیے دیا ہے کہ انہیں اپنے بڑوں کا پاس و لحاظ کچھ زیادہ ہی ہے اور ان کے لیے یہ لوگ کسی منفی رائے کی تاب نہیں رکھتے۔ کاش کہ یہ لوگ لب کشائی اور خامہ فرسائی کرتے ہوئے میرے نبی پاک ﷺ کے باب میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ ہی کی طرح حساس اور محتاط ہوتے۔ اس تحریر میں کوئی غلطی و کوتاہی مجھ سے کسی طرح ہوئی ہو تو اللہ کریم جل شانہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور طالب غفو ہوں۔ اللہ بس باقی ہوس